ابتدائی طلبہ اور علم الکلام

سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے عام فہم اور مدلل انداز میں

(مختصر)

علم العقیدۃ والکلام

تصنیف:

مفتی محمد احسن اویسی

مدرس شعبہ تخصص فی الفقہ، دارالعلوم میمن نیو میمن مسجد، بولٹن مارکیٹ، کراچی

تصحیح و نظر ثانی:

علامہ محمد شاہد بندیالوی

استاذ المعقولات، مدرس شعبہ تخصص فی الفقہ و درسِ نظامی (جامعہ ہذا)

فرید بک سٹال

۳۸۔ اردو بازار لاہور

ابتدائی طلبہ اور علم الکلام

سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے عام فہم اور مدلل انداز میں

(مختصر)

عِلمُ العقیدۃ والکلام

تصنیف:

مفتی محمد احسن اویسی

مدرس شعبہ تخصص فی الفقہ دار العلوم امین نیو میمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی

تصحیح و نظر ثانی:

علامہ محمد شاہد بندیالوی

استاذ المعقولات، مدرس شعبہ تخصص فی الفقہ و درس نظامی (جامعہ ہذا)

فرید بک سٹال

۳۸ اردو بازار لاہور

نام کتاب : علم العقیدة والکلام
تصنیف : مفتی محمد احسن اویسی
مطبع : فرید بک سٹال 38 اردو بازار لاہور
تاریخ اشاعت : جمادی الاخر ۱۴۴۲ھ فروری 2021ء
قیمت : روپے

Farid Book Stall
Phone No: 092-42-37312173-37123435
Fax No. 092-42-37224899
Email: info@faridbookstall.com
Visit us at: www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال (پرائیویٹ) لمیٹڈ ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون نمبر ۹۲-۴۲-۳۷۳۱۲۱۷۳-۳۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۹۲-۴۲-۳۷۲۲۴۸۹۹
ای میل: info@faridbookstall.com
ویب سائٹ: www.faridbookstall.com

فہرست

عنوانات	صفحہ

المبحث الثانی

علم العقیدۃ والکلام کی اصطلاحات

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

المبحث الثالث
الٰہیات

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عرضِ مصنف

ہماری درسِ نظامی کے نصاب میں علم العقیدہ والکلام پر پہلی اور آخری کتاب "شرح العقائد للتفتازانی" ہے۔طلباءکرام کو یہ کتاب سمجھنے میں کافی دقت پیش آتی ہے؛ کیونکہ انہیں اشعریہ، ماتریدیہ، کتبِ علم الکلام کا تعارف اور اِن کا منہج واسلوب، دلائلِ عقلیہ کا انداز،قواعدِ عقلیہ سے عدمِ واقفیت بالخصوص اِس فن کی اصطلاحات سے مکمل طور پر ناآشنائی ہوتی ہے۔جس کی وجہ سے وہ کتاب کو سمجھ نہیں پاتے۔لہذا اس کتاب کے ذریعے اِن تمام خامیوں کے ازالہ کی حتیٰ المقدور کوشش کی گئی ہے۔وللہ الحمد!

کافی عرصے سے علم الکلام پر ایک انسائیکلو پیڈیا تیار کرنے کی خواہش تھی جو الحمد للہ پوری ہوچکی ہے۔جس میں لغوی، اصطلاحی تعریف، دلائلِ عقلیہ ونقلیہ،قواعدِ عقلیہ، اہل سنت و اہل قبلہ اور اَدیان کے مابین اختلاف، دیگر فرقوں کا رد، فی زمانہ ان کی تطبیق واحکام، ان کے علاوہ بے شمار فوائد درج ہیں۔اس کی تکمیل کے بعد یہ مختصر کتاب ترتیب دی گئی ہے، لہٰذا مزید تشنگی ہماری کتاب"علم الکلام کا انسائیکلو پیڈیا" سے پوری کی جاسکتی ہے۔اور وہ عنقریب طبع ہوجائے گی ان شاء اللہ۔

منہج

1. یہ کتاب مذہبِ ماتریدیہ پر ترتیب دی گئی ہے۔
2. مذاہب اور اختلافات سے گریز کیا گیا ہے۔
3. اصطلاح کی لغوی، اصطلاحی تعریف اور مثال ذکر کی گئی ہے۔
4. عقائد میں دلائل نقلیہ وعقلیہ اور فی زمانہ تطبیق ذکر کی گئی ہیں۔
5. حوالہ جات نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں۔

نوٹ:یہ کتاب ابتدائی طلبہ کے لیے لکھی گئی ہے، مذاہب واختلاف، تحقیقی اور تدقیقی مباحث وغیرہ سے گریز کیا گیا ہے۔

التمہید

علم الکلام کی تعریف، موضوع، غرض، حکم وغیرہ

علم الکلام کی تعریف:

هُوَالعِلْمُ بِالعَقَائِدِ الدِّيْنِيَّةِ عَنِ الأَدِلَّةِ الْيَقِيْنِيَّةِ۔

(ترجمہ:)"یقینی دلائل سے حاصل ہونے والے دینی عقائد کا جاننا"۔

علم الکلام کا موضوع:

هُوَالْمَعْلُوْمَاتُ مِنْ حَيْثُ يَتَعَلَّقُ بِهِ إِثْبَاتُ الْعَقَائِدِ الدِّيْنِيَّةِ۔

(ترجمہ:)"وہ معلومات جن کے ذریعے سے عقائدِ دینیہ کا اِثبات ہو"۔

علم الکلام کی تقسیم: علم الکلام کو عموماً چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

اوّل: مبادیِ علم الکلام: اس میں بقدرِ ضرورت علم الکلام کی اصطلاحات، علم وعقل، معرفت ودلیل اور ایمان کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

دوم: الٰہیّات: اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، اسماء اور اَفعال کے متعلق عقائد کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

سوم: نبوّات: اس میں انبیاء کرام اور نبی کریم ﷺ کے متعلق عقائد کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

چہارم: سمعیّات: اس میں امورِ آخرت یعنی قبر، حشر، میزان وغیرہ اور فروعِ عقائد یعنی صحابہ کرام، ولی، کرامت وامامت وغیرہ، اس کے علاوہ کفر وبدعت کے متعلق تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

علم الکلام کی غرض

هُوَ أَنْ يَصِيْرَ الْإِيْمَانُ وَالتَّصْدِيْقُ بِالْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ مُحْكَمًا۔

(ترجمہ:) "اَحکامِ شرعیہ کے ساتھ ایمان اور تصدیق پختہ ہو جائے"۔

علم الکلام کا واضع: اس فن کا تعلق عقائد سے ہے اور عقیدے کی ابتداء اللہ تعالیٰ سے ہوتی ہے، اسی لیے اس کا واضع درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی ذات مبارکہ ہے۔ مگر اس فن کو باقاعدہ تدوین کرنے والے امام ابو منصور ماتریدی اور امام ابو الحسن اشعری ہیں رحمہما اللہ تعالیٰ ہیں۔

علم الکلام کا حکم: علم العقیدہ والکلام کا سیکھنا ہر عاقل بالغ مسلمان شخص پر فرضِ عین ہے۔

اس فن کے نام: (1) علم التوحید والصفات۔ (2) علم العقائد۔ (3) علم الکلام۔ (4) علم اصول الدین۔ (5) علم الفقہ الاکبر۔

علم الکلام کی وجہ تسمیہ

(1) اس میں کلامِ باری تعالیٰ کی بحث مشہور ہے اسی لئے اس کا نام "علم الکلام" رکھ دیا۔

(2) اوّلاً انسان کے لئے تعلیم وتعلّم کا سلسلہ کلام کے ذریعے ہوتا ہے اور اولاً جس علم کا سیکھنا واجب ہے وہ یہی علم یعنی علم العقیدہ ہے، تو کلام کی نسبت سے اس کا نام "علم الکلام" رکھ دیا۔[1]

علم الکلام کی اہمیت: علم الکلام کی اہمیت کا اندازہ درج ذیل آیات اور احادیث مبارکہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ جس میں محض اعتقاد رکھنے کی بات نہیں کی گئی بلکہ علم، یقین، معرفت اور بصیرت کا حکم دیا گیا ہے اور یہ چیزیں علم العقیدۃ والکلام کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتیں۔

(1) تفصیل کے لیے دیکھئے: شرح المقاصد للتفتازانی، 1 / 175163؛ شرح الطحاویہ للغنیمی، ص 26؛ المعتقد المنتقد للبدایونی، ص 69؛ شرح العقائد للتفتازانی، ص 17؛ المواقف للایجی، ص 7؛ شرح کتاب المعرفۃ لعبد الکریم الرفاعی، ص 15، 18۔

(1) سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ۔ [1]

(ترجمہ:) "ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں یہاں تک کہ ان پر کُھل جائے کہ بیشک وہ حق ہے"۔

(2) فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنْزِلَ بِعِلْمِ اللهِ وَأَنْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ۔ [2]

(ترجمہ:) "تو سمجھ لو کہ وہ اللہ کے علم ہی سے اترا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں تو کیا اب تم مانو گے"۔

(3) سنن ابن ماجہ میں ہے:

عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِتْيَانٌ حَزَاوِرَةٌ فَتَعَلَّمْنَا الْإِيمَانَ قَبْلَ أَنْ نَتَعَلَّمَ الْقُرْآنَ ثُمَّ تَعَلَّمْنَا الْقُرْآنَ فَازْدَدْنَا بِهِ إِيمَانًا۔ [3]

(ترجمہ:) "حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نصیب ہوا جب کہ ہم بھر پور جوان تھے، تو ہم نے قرآن کو سیکھنے سے پہلے ایمان سیکھا، پھر ہم نے قرآن سیکھا تو اس سے ہمارے ایمان میں اضافہ ہو گیا"۔

(4) حضرت جنید بغدادی نے فرمایا:

أول ما يحتاج إليه المكلف من عقد الحكمة أن يعرف الصانع من المصنوع، فيعرف صفة الخالق من المخلوق، وصفة القديم من الْمُحدَث۔ [4]

---

(1) فصلت، آیت 53۔

(2) ھود، آیت 14

(3) سنن ابن ماجہ، الرقم (61)، 1/23۔

(4) الانصاف للباقلانی، ص8

(ترجمہ:)"مکلّف کو جو چیز سب سے پہلے سیکھنا ضروری ہے وہ یہ کہ مصنوع سے صانع کو پہچانے، خالق کی صفت کومخلوق سے پہچانے، قدیم کی صفت کو حادث سے پہچانے"۔

(5) ابومحمد الحریری نے فرمایا:

من لم یقف علیٰ علم التوحید یشاھدہ من شواھدہ، زلت بہ قدم الغرور فی مھواۃ التلف۔ (1)

(ترجمہ:)"اللہ تعالیٰ کے شواہد کا مشاہدہ کرنے کے بعد جوعلمِ توحید کی واقفیت نہیں رکھتا اس کےقدم خواہش پرستی کی گھاٹی میں پھسل جائیں گے"۔

تعارفِ اشعریہ وماتریدیہ

دین وشریعت کے احکام کی دو قسمیں ہیں:

(1) وہ احکام جن کا تعلق عمل سے نہیں بلکہ اعتقاد ویقین سے ہے۔ ان کوعلم العقیدہ کہا جاتا ہے۔

(2) وہ احکام جن کا تعلق عمل سے ہے۔ ان کوعلم الفقہ اور مسائل واَحکامِ شرعیہ عملیہ کہا جاتا ہے۔

علم الفقہ کی چار شاخیں ہیں:

1) فقہِ حنفی۔اس کے بانی امامِ اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت (وفات 150ھ) ہیں۔

2) فقہِ شافعی۔اس کے بانی امام محمد بن ادریس شافعی (وفات 204ھ) ہیں۔

3) فقہِ حنبلی۔اس کے بانی امام احمد بن حنبل (وفات 241ھ) ہیں۔

4) فقہِ مالکی۔اس کے بانی امام مالک بن انس (وفات 179ھ) ہیں۔

علم العقیدہ کی دو شاخیں ہیں:

1) اشعریہ۔اس کے بانی شیخ ابوالحسن اشعری (وفات 324ھ) ہیں۔

---

(1) ایضاً۔

(2) ماتریدیہ۔اس کے بانی شیخ ابومنصور ماتریدی (وفات 333ھ) ہیں۔

خلاصہِ کلام یہ ہے کہ عقیدے میں دو قسم کے مذاہب حقہ ہیں اور فقہ وعمل میں چار قسم کے مذاہب حقہ ہیں۔ان تمام کو "اہلِ سنت وجماعت" کہا جاتا ہے۔

امام اشعری کا تعارف

نام ونسب: علی بن اسماعیل بن اسحاق الاشعری۔ یہ صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔

اساتذہ: ابو اسحاق المروزی الشافعی، ابن سریج، ابوخلیفہ الجمحی، زکریا بن یحی، سہل بن نوح، محمد بن یعقوب المقرئ، عبدالرحمن الضبی وغیرہ۔(1)

تلامذہ: شیخ ابوالحسن الباھلی، ابوالحسن کرمانی، ابوزید مروزی، ابوعبد اللہ بن مجاہد البصری، بندار بن حسین شیرازی وغیرہ۔(2)

تصنیفات: العمد فی الرؤیۃ، کتاب خلق الاعمال، کتاب الصفات، الابانہ عن اصول الدیانہ، مقالات الاشعریین وغیرہ۔

سیرت وخصائص: استاذ ابو اسحاق اسفرائینی نے اپنے شیخ ابوالحسن الباھلی کے متعلق کہا: میرا علم میرے شیخ کے مقابلے میں ایسے ہے جیسے ایک قطرہ سمندر کے مقابلے میں۔اور شیخ باھلی کا علم ان کے اپنے استاذ امام ابوالحسن اشعری کے مقابلے میں ایسے ہے جیسے ایک قطرہ سمندر کے مقابلے میں۔(3)

وفات: 324 ہجری۔

امام ماتریدی کا تعارف

نام ونسب: ابومنصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی۔سمرقند کے علاقے ماترید میں پیدا

---

(1) طبقات الشافعیۃ الکبریٰ للسبکی، 3/347؛ المنتظم لابن جوزی، 14/29۔

(2) سیر اعلام النبلاء للذہبی، 15/87۔

(3) طبقات الشافعیین لابن کثیر، 1/211۔

دیے۔ امام الھدی، رئیس اہل السنۃ، مسلمین کے عقائد کے مُصَحِّح جیسے القاب سے مشہور ہیں۔

شیوخ: ابو نصر العیاضی، ابو بکر احمد بن اسحاق جوزجانی، نصیر بن یحیٰ بلخی، محمد بن مقاتل رازی وغیرہ۔

تلامذہ: قاضی اسحاق بن محمد سمرقندی، علی الرستغفنی، ابو محمد عبد الکریم البزدوی وغیرہ۔

تصنیفات: کتاب التوحید، کتاب المقالات، تاویلات اہل السنۃ، شرح الفقہ الاکبر، ردتھذیب الجدل، رد اصول الخمسۃ وغیرہ۔ (1)

سیرت وخصائص: امام نسفی نے فرمایا: انہوں نے علوم کے سمندر میں غوطہ لگایا اور بیش بہا نایاب موتی نکال کر امتِ مسلمہ کو پیش کیے۔ وہ امت کے عظیم علماء میں سے اور ملتِ اسلامیہ کے ستونوں میں سے ایک ستون تھے۔ وہ اپنے وقت کے مہدی تھے۔ (2)

وفات: 333 ہجری۔

علماءِ اشعریہ وماتریدیہ

اشعریہ کے کبار علماء کرام: ابو الحسن باھلی، ابو بکر قفال شافعی، قاضی ابو بکر باقلانی، ابو علی دقاق نیشاپوری، ابو عبد اللہ الحاکم نیساپوری، محمد بن حسن ابن فورک، استاذ ابو اسحاق اسفرائینی، حافظ ابو بکر بیہقی، خطیب بغدادی، ابو القاسم قشیری، ابو المعالی امام الحرمین الجوینی، امام غزالی، امام رازی، امام آمدی، قاضی عیاض مالکی، سعد الدین تفتازانی، عز الدین بن عبد السلام، تقی الدین سبکی وغیرہ۔

ماتریدیہ کے کبار علماء کرام: ابو القاسم الصفار، ابو اللیث سمرقندی، ابو المعین نسفی، نجم الدین عمر نسفی، سراج الدین الاوشی، ابو بکر رازی، ابو البرکات نسفی، صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود المحبوبی، اکمل الدین بابرتی، کمال الدین ابن ہمام، ملا علی قاری، عبد الحق محدثِ

(1) الفوائد البھیہ للکھنوی، ص 195۔

(2) العقیدۃ الاسلامیۃ ومذاہبھا لقحطان الدوری، ص 199۔

دہلوی، عبد العزیز دہلوی، عبد الحی لکھنوی، محمد زاہد الکوثری، علامہ فضلِ حق خیرآبادی، علامہ فضل رسول بدایونی، امام احمد رضا خان قادری وغیرہ۔

کتبِ اشعریہ وماتریدیہ

اشعریہ کی کتب: مقالات الاشعریین و الابانہ للاشعری، الانصاف للباقلانی، مسائل فی العقیدة لابن فورک، الارشاد ولمع الادلة للجوینی، اساس التقدیس ومحصل افکار المتقدمین و الاربعین للرازی، ابکار الافکار وغایة المرام للآمدی، الاقتصاد والجام العوام و مشکاة الانوار وقواعد العقائد ومقصد الاسنیٰ ومعارج القدس للغزالی، شرح العقائد للتفتازانی، النہایہ للشہرستانی، المواقف للایجی، طوالع الانوار للبیضاوی، شرح ام البراھین وشرح العقیدة الکبریٰ وشرح عقیدة الصغریٰ للسنوسی، شروح الجوہرة التوحید وغیرہ۔

ماتریدیہ کی کتب: الفقہ الاکبر للامام ابوحنیفہ، العقیدة الطحاویہ للطحاوی، کتاب التوحید وتاویلات القرآن للماتریدی، تبصرة الادلة للنسفی، عقائد نسفیہ لعمر نسفی، شرح المقاصد للفتازانی، اشارات المرام للبیاضی، مسایرہ لابن ہمام، شرح الطحاویہ للبابرتی، شرح الفقہ الاکبر للسمرقندی وملاعلی قاری، التمہید لابی المعین نسفی، النبراس ومرام الکلام للپرہاروی، شرح ابی المنتہیٰ لابی المنتہیٰ مغنیساوی، المعتقد المنتقد لفضلِ رسول بدایونی، المعتمد المستند للامام احمد رضا وغیرہ۔

منہج واسلوب: اشعریہ حضرات اپنی کتب کو علم وعقل اور دیگر مبادیات کی بحث سے شروع کرتے ہیں اس کے بعد صفتِ نفسیہ پھر صفاتِ سلبیہ، صفاتِ معانی پھر نبوّات اور دیگر عقائد کو بالترتیب ذکر کرتے ہیں۔ ان کی اکثر کتب تحقیقات اور تدقیقات سے بھرپور ہوتی ہیں۔

جبکہ ماتریدیہ کی کتب عوام کی آسانی کے پیشِ نظر مختصر، عام فہم انداز میں اور اللہ تعالی کی ذات وصفات کی ابحاث اشعریہ کی طرح باقاعدہ ترتیب پر نہیں ہوتیں بلکہ ان میں بنیادی ابحاث ذکر کی جاتی ہیں۔

المبحث الاوّل:
ایمان، معرفت، علم، دلیل اور عقل کی تفصیل کے بیان میں

ایمان کی تعریف و تفصیل

لغوی معنیٰ: ایمان لغۃً تصدیقِ قلب کا نام ہے۔

اصطلاحی معنیٰ:

هُوَ التَّصْدِيقُ بِمَا جَاءَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِ اللهِ۔

(ترجمہ:) "اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو لے کر آئے، اس کی سچے دل سے تصدیق کرنا"۔

اقرار باللسان کی حیثیت: جس نے دل سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور آپ جو لے کر آئے ان کی تصدیق کی وہ عند اللہ مؤمن ہے۔ مگر دنیاوی اَحکام کے اجراء (نکاح، جنازہ وغیرہ) کے لئے اقرار باللسان شرط ہے۔[1]

ایمانِ اجمالی اور ایمان تفصیلی؟

بندے کو جن چیزوں پر اجمالاً ایمان لانے کا مکلف بنایا گیا ہے، ان پر اجمالاً ایمان لانا واجب ہے اور جن کا تفصیلاً ایمان لانے کا مکلف بنایا گیا ہے، ان پر تفصیلاً ایمان لانا واجب ہے۔

ایمانِ اجمالی: ایمان باللہ، ایمان بالانبیاء والکتب والملائکہ والآخرۃ اور ایمان بالنبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اسی طرح ہر نقص اللہ تعالیٰ پر محال ہے اور ہر کمال جو اس کی ذات

(1) العالم والمتعلم لابی حنیفہ، ص 575؛ الہادی فی اصول الدین لعمر الخبازی الخجندی، ص 260۔

کے لائق ہے وہ اس کے لئے واجب ہے۔

ایمان تفصیلی: جن کا ثبوت ضرورتاً تواتر سے ثابت ہے اور نقلِ مشہور کی حد کو پہنچ چکا ہے ان پر تفصیلی ایمان لانا واجب ہے، اس میں عام وخاص سب برابر ہیں۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان اور جو کچھ آپ لے کر آئے ان کی تصدیق کرنا، مثلاً اللہ تعالیٰ کا وجود، اس کا مستحق للعبادت ہونا، شریک کی نفی، اللہ تعالیٰ کی صفات نفسیہ، معانی اور سلبیہ (ان کی تفصیل "صفاتِ باری تعالیٰ" کے عنوان میں آئے گی)، قرآن پاک، دیگر کتب وصحائف، انبیاء وملائکہ، ارکانِ اسلام، امورِ آخرت، اس کے علاوہ سود، جوا، شراب وغیرہ کی حرمت، الغرض جو دین کی ضروریات ہیں ان پر تفصیلاً ایمان لانا واجب ہے۔[1]

ایمان المقلد

مقلد: جو لوگوں کو دیکھ کر ایمان لائے۔ اس کے ایمان پر حکم لگانے سے قبل اس کے ایمان کی کیفیت کا علم ہونا ضروری ہے۔ لہذا مؤمن کے ایمان کی کیفیات پانچ قسم کی ہوسکتی ہیں۔

(1) علمِ یقین یعنی بداہتاً یا برہاناً اس کا ایمان یقین کے درجے کو پہنچ گیا ہے۔

(2) اعتقاد یعنی جو اس نے اپنے ذہن میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق عقیدہ رکھا اور اسی پر پختہ یقین ہے، اپنے ایمان پر دلیل پیش نہیں کرسکتا، مثلاً وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود اور اسے ایک کیوں مانتا ہے؟

(3) ظن۔

(4) شک۔

(5) وہم۔

آخری تین قسموں کا حامل شخص قطعاً مؤمن نہیں ہوسکتا۔

پہلی قسم والا شخص بالاتفاق مؤمن ہے۔

---

(1) مسایرہ لابن ہمام، ص 297؛ شرح کتاب المعرفہ لعبد الکریم الرفاعی، ص 34۔

دوسری قسم والے شخص کو دیکھا جائے گا کہ اس نے جو اعتقاد رکھا ہے وہ اسلام کے عین مطابق ہے یا نہیں؟ اگر مطابق ہے تو مؤمن ہے۔ جیسا کہ عام مؤمن کا عقیدہ ہوتا ہے کہ اسے دلائل وغیرہ نہیں آتے بس پختہ یقین ہوتا ہے تو وہ مؤمن ہے۔ اور اگر اعتقاد اسلام کے مطابق نہیں تو اس کا اعتقاد فاسد ہے اور ایمان قبول نہیں ہے۔ [1]

معرفتِ باری تعالیٰ

تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت واجب ہے۔

معرفت کی اقسام

(1) حقیقی: اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت۔ یہ اکثر علماء کے نزدیک محال ہے۔

(2) عیانی: یہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کی صورت میں ہوگی۔

(3) کشفی: یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور احسان ہے جسے عطا ہوجائے اور وہ کشف سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرلے۔

(4) برہانی: دلیل قطعی سے اللہ تعالیٰ کے واجبات، محالات اور جائزات کی معرفت۔ یعنی کون سی چیزیں اللہ تعالیٰ کے لیے واجب، محال اور جائز ہیں؟ اسی سے علم العقیدہ والکلام میں بحث ہوتی ہے۔ [2]

معرفتِ باری تعالیٰ پر دلائل

درج ذیل تمام آیات اور حدیث میں اللہ تعالیٰ کو علم ویقین اور معرفت کے ساتھ جاننے کا ذکر ہے نہ کہ محض اعتقاد رکھنے کا۔

(1) فَاعۡلَمۡ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔ (محمد، آیت 19)

---

(1) شرح العقیدۃ الکبریٰ للسنوسی، ص 29، 30؛ حاشیۃ الباجوری علیٰ کفایۃ العوام، ص 39؛ تحفۃ المرید للباجوری، ص 77۔

(2) ابکار الافکار للآمدی، 1/ 155، 156؛ المعتقد للبدایونی، ص 71؛ مرام الکلام للپرہاروی، ص 98۔

(ترجمہ:) "تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں"۔

(2) لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا۔ (1)

(ترجمہ:) "تا کہ تم جان لو کہ اللہ سب کچھ کرسکتا ہے اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے"۔

(3) لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا۔ (2)

(ترجمہ:) "اس لئے کہ کتاب والوں کو یقین آئے اور ایمان والوں کا ایمان بڑھے اور کتاب والوں اور مسلمانوں کو کوئی شک نہ رہے"۔

(4) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ (3)

(ترجمہ:) "جو شخص فوت ہوا اس حال میں کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، تو وہ جنت میں داخل ہوگا"۔

حصولِ معرفت کے طریقے

(1) صوفیہ اور اصحابِ طریقت کے نزدیک ریاضت اور تزکیہِ نفس کے بعد اللہ تعالی کی معرفت حاصل کی جاسکتی ہے۔

(2) محض کتاب وسنت سے معرفت حاصل ہوگی۔

(3) جمہور متکلمین کے نزدیک نظر واستدلال سے معرفت حاصل ہوگی۔

اور یہی صحیح طریقہ ہے کیونکہ اس کے بعد ہی مجاہدات اور ریاضات معتبر ہوتے ہیں، وگرنہ عقیدے کی پختگی کے بغیر ریاضت کچھ فائدہ نہ دے گی۔ ہاں جب نظرِ صحیح

(1) الطلاق، آیت 12۔

(2) مدثر، آیت 31۔

(3) المستدرک للحاکم، الرقم (242)، 1/ 143

حاصل کرلی پھر ریاضات میں مشغول ہوگیا تو اس سے مقامِ احسان بھی حاصل ہوجائے گا۔اسی طرح کتاب وسنت سے معرفت کے لئے نظرِ صحیح اور عقل سلیم کا ہونا ضروری ہے وگرنہ اس سے بھی گمراہی ممکن ہے۔ [1]

علم کی تعریف وتفصیل

علم العقیدہ میں علم کی تعریف: مطلقاً علم کی تعریف میں کثیر اقوال ہیں اور ہر اہلِ فن نے اُس فن کے اعتبار سے علم کی تعریف کی ہے۔مگر علم العقیدہ میں علم کی الگ تعریف ہے۔

علم کا لغوی معنیٰ: جاننا۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَ صِفَةٌ تُوْجِبُ تَمَيُّزاً لَا يَحْتَمِلُ النَّقِيْضَ۔ [2]

(ترجمہ:)"وہ صفت جو ایک شی کو دوسرے سے ممتاز کرے اس طرح کہ اس میں نقیض (ضد) کا احتمال نہ ہو"۔

مثال: جب ہمیں انسان کی حقیقت "حیوان ناطق" ہونے کا علم ہوجائے تو اس کی حقیقت میں کوئی کمی بیشی ممکن نہیں ہے اور نہ ہی غیر کا احتمال ہے۔اسی طرح جب ہمیں معلوم ہوگیا کہ جہان حادث وفانی ہے یعنی پہلے نہیں تھا پھر وجود میں آیا تو اب اس کے غیر کا احتمال نہیں ہو سکتا کہ جہان "قدیم" ہے، ہمیشہ سے ہے۔

علم کی اقسام

علم کی دو قسمیں ہیں: (1) علمِ قدیم۔(2) علم حادث۔

علمِ قدیم: یہ اللہ تعالیٰ کا علم ہے، اُس کی صفت ہے، واحد ہے۔تغیّر اور تبدّل اس میں محال ہے۔ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گا۔وہ صفت کمی بیشی کو قبول نہیں کرتی۔

(1) شرح العقیدۃ الکبریٰ للسنوسی، ص6159؛ کتاب التوحید للماتریدی، ص7؛ ابکار الافکار للآمدی، 1/155؛ الاعتقاد لعلاء البخاری، ص91۔

(2) شرح العقائد لتفتازانی، ص40؛ الردود والنقود للبابرتی، 1/130۔

علمِ حادث: یہ علم علمِ قدیم کے مخالف ہے۔

علم حادث کی اقسام: (1) علمِ ضروری۔ (2) علمِ کسبی۔

علم ضروری: جو غور وفکر اور استدلال کے بغیر حاصل ہو۔

علم کسبی: جو نظر وفکر کے ساتھ حاصل ہو۔

علمِ کسبی کی اقسام: (1) عقلی۔ (2) شرعی۔

عقلی: جس کے لئے شرع کی ضرورت نہ پڑے، یعنی جو شرع کے بغیر حاصل ہو۔ جیسے حدوثِ عالم کا علم۔

شرعی: جو کتاب اللہ، سنت، اجماع اور قیاس سے حاصل ہو۔ [1]

علم کے اسباب

جمہور کے نزدیک علم کے اسباب تین ہیں:

(1) حواسِ خمسہ۔ (2) خبرِ صادق۔ (3) عقل۔

حواسِ خمسہ: کل حواسِ ظاہرہ پانچ ہیں:

1) سمع: سننا۔ 2) بصر: دیکھنا۔ 3) ذوق: چکھنا۔

4) لمس: چھونا۔ 5) شم: سونگھنا۔

خبر صادق: خبرِ صادق کی دو قسمیں ہیں: 1) خبرِ متواتر۔ 2) خبرِ رسول۔

خبرِ متواتر: خبر متواتر چاہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہو یا کسی اور سے، جب تواتر کی شرائط پوری ہوں تو اس سے حاصل ہونے والا علم ضروری اور قطعی ہوگا۔

خبرِ رسول: وہ خبر ہے کہ جس کی تائید معجزہ کے ذریعے ہوئی ہو۔ [2]

عقل: اس کی تعریف وتفصیل ابھی آرہی ہے۔

---

(1) العدۃ فی اصول الفقہ، 1/81؛ المنخول للغزالی، ص100؛ شرح الورقات لجلال الدین محلی، ص81۔

(2) شرح العقائد للتفتازانی، ص57۔

دلیل کی تعریف واقسام

دلیل کا لغوی معنیٰ: رہنمائی۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَ الَّذِیْ یُمْکِنُ التَّوَصُّلُ بِصَحِیْحِ النَّظَرِ فِیْهِ إِلَی الْعِلْمِ بِمَطْلُوْبٍ خَبَرِيٍّ۔

(ترجمہ:)"دلیل وہ ہے کہ جس میں صحیح غوروفکر کر کے مطلوبہ خبر کے یقین تک پہنچنا ممکن ہو۔ جیسے جہان میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے اور جو تبدیل ہو وہ بالآخر فانی ہوجاتی ہے۔ یہ دلیل ہے اس میں مزید غوروفکر کیا تو نتیجہ اور ہمارا مطلوب حاصل ہوا کہ یہ جہان بھی فانی ہے"۔(1)

دلیل کی ابتداءً دو قسمیں ہیں۔

(1) دلیلِ عقلی۔(2) دلیلِ نقلی، اسی کو سمعی کہا جاتا ہے۔

دلیل عقلی: هُوَ مَا لَا یَتَوَقَّفُ عَلَی السَّمْعِ أَصْلاً۔

(ترجمہ:)"جو سمع (شریعت) پر اصلاً موقوف نہ ہو"۔

جیسے عالم متغیر ہے اور ہر متغیر کے لئے خالق وصانع ضروری ہے۔

دلیلِ نقلی: هُوَ الَّذِیْ یَتَوَقَّفُ عَلَی السَّمْعِ۔

(ترجمہ:)"جو سمع (شریعت) پر موقوف ہو"۔

جیسے یہ مأمور بہ (یعنی جس کا حکم دیا گیا ہے اس) کے خلاف ہے اور جو مأمور بہ کے خلاف کرے وہ گناہ گار ہے۔(2)

دلیل عقلی کی اقسام

دلیلِ عقلی کی پانچ قسمیں ہیں:

(1) برہان۔(2) جدل۔(3) خطابت۔(4) شعر۔(5) مغالطہ۔

---

(1) شرح العقائد للتفتازانی، ص58۔

(2) کشاف اصطلاحات الفنون لمحمد التھانوی، 1/798۔

بُرھان: هُوَ مَاتَرَكَّبَ مِنْ مُقَدَّمَاتٍ كُلُّهَا يَقِيْنِيَّةٌ.

(ترجمہ:)"جس کے تمام کے تمام مقدمات یقین پر مشتمل ہوں"۔

اس میں حسیات، تجربیات، متواترات وغیرہ شامل ہیں: حسیات یعنی جو حواسِ خمسہ آنکھ، کان وغیرہ سے حاصل ہوں۔ تجربیات یعنی جو تجربے سے حاصل ہوں جیسے بخار کمزور کرتا ہے۔ متواترات یعنی جس کے بارے میں تواتر سے خبریں آئی ہوں جیسے صلاح الدین ایوبی، محمد بن قاسم وغیرہ۔

برہان سے حاصل ہونے والا علم یقینی اور قطعی ہوتا ہے، باقی تمام اقسام "جدل، خطابت، شعر اور مغالطہ" سے ظن، وہم وغیرہ حاصل ہوتا ہے جبکہ اصولِ عقائد میں یقین درکار ہوتا ہے؛ اسی لیے باقی اقسام کی تفصیل اختصار کے پیشِ نظر ترک کی جاتی ہے۔ (1)

دلیل نقلی کی اقسام

دلیلِ نقلی کی دو قسمیں ہیں: (1) دلیل قطعی۔ (2) دلیل ظنی۔

دلیلِ قطعی: جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ پر مشتمل ہو۔ یعنی اس کا ثبوت بھی قطعی ہو جیسے کلامِ باری تعالیٰ واحادیثِ متواترہ۔ پھر اس کی دلالت یعنی اس سے حاصل ہونے والا حکم بھی قطعی ویقینی ہے۔

دلیلِ ظنی: جو ظنی الثبوت، قطعی الدلالہ یا قطعی الثبوت ظنی الدلالہ پر مشتمل ہو یا ظنی الثبوت اور ظنی الدلالہ پر مشتمل ہو۔ (2)

عقل کی تعریف وتفصیل

لغوی معنی: منع، قید۔

اصطلاحی معنی: إِنَّهُ نُوْرٌ رَوْحَانِيٌّ بِهِ تُدْرِكُ النَّفْسُ الْعُلُوْمَ الضَّرُوْرِيَّةَ

---

(1) شرح العقیدۃ الکبریٰ للسنوسی، ص26۔

(2) فصول البدائع للفناری، 2/9؛ کشف الاسرار لعلاء البخاری، 1/84۔

وَالنَّظَرِيَّةَ.(1)

(ترجمہ:)"عقل وہ روحانی نور ہے جس کے ذریعے نفس علومِ ضروریہ اور نظریہ کا ادراک کرتا ہے"۔

مثال: کسی آسان اور بدیہی بات کا علم ہو یا نظری کا ان سب مین عقل ہی کارفرما ہے۔ وگرنہ محض حواسِ خمسہ میں سے کسی حِس سے علم حاصل نہیں ہوسکتا، یہی وجہ ہے کہ دیوانے کو مارنے سے اور گرمی وسردی سے اسے تکلیف نہیں ہوتی۔ اسی طرح جو طالب علم بیٹھا تو کلاس روم میں ہو، استاد کی تقریر بھی سن رہا ہو مگر ذہن کسی اور وادی میں ہوتو تقریر سننے کے باوجود اسے کچھ بھی سمجھ نہیں آئے گی؛ کیونکہ عقل یہاں نہیں ہے۔

عقل کا محل: اس کا محل دل ہے۔(2)

عقل کی ابتداء: ماں کے پیٹ میں روح کے پھونکنے کے وقت سے ہوتی ہے حتیٰ کہ بلوغ تک بنیادی عقل تام ہوجاتی ہے۔(3)

سب سے زیادہ عقل: اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ عقل ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائی۔(4)

عقل سے مقصود: مختلف طبقات کے نزدیک عقل کے استعمال کے مقاصد اور مطالب مختلف ہیں:

(1) عندالفلاسفہ: عقل کے ذریعے موجودات کے حقائق واسباب میں بحث کرنا۔

(2) عندالاطباء: عقل کے ذریعے بدن کے مصالح، منافع اور مضرّات کو جاننا۔

(3) عندالمتکلمین: عقل کے ذریعے غوروفکر کرنا؛ تاکہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات وغیرہ

(1) بغیۃ المرید شرح الجوہرۃ التوحید لابراھیم المارغنی، ص135۔

(2) النبراس للپرہاروی، ص64؛ البحر المحیط للزرکشی، 1/122۔

(3) القاموس المحیط لفیروزآبادی، 1/1033۔

(4) التحبیر شرح التحریر لعلاء الدین الحنبلی، 1/84۔

کے متعلق اَحکام کی معرفت حاصل ہو۔

(4) عند الفقہاء: کب مکلف ہوگا اور کب نہیں؟[1]

عقل کا مقام

جنہوں نے عقل کو مستقل قرار دیا جیسا کہ معتزلہ نے کہا، یا جنہوں نے عقل کو بالکل لغو قرار دیا جیسا کہ سُمَنِیہ (سومنات بت کی پوجا کرنے والوں) اور ملاحدہ (کفر والحاد پھیلانے والوں) نے کہا۔ یہ دونوں آراء غلط ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ عقل نہ مستقل ہے نہ لغو، یعنی بعض احکام میں عقل کارفرما ہے اور بعض میں اس کا کوئی دخل نہیں۔

اس کا مقام درج ذیل ہے:

(1) عقل شرع کے ہر حکم کی تصدیق کرنے والی ہے۔ عقل کو یہ مجال نہیں کہ وہ شریعت کے فیصلے کی مخالفت کرے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ انعام ہے کہ شریعت کا فیصلہ بھی عقلِ سلیم کے مخالف نہیں ہوگا۔

(2) شرع نے عقل کے استعمال کی تنبیہ کی ہے اور عقل استعمال نہ کرنے والوں کی شدید الفاظ میں مذمت کی ہے۔ اسی لیے عقل کو لغوِ محض قرار دینا بھی درست نہیں ہے۔

(3) علم العقل شرع کے بغیر بدعت وگمراہی ہے اسی وجہ سے عقائد شرع سے لیے جائیں گے اور ان پر دلائل عقل کے ذریعے قائم کیے جاسکتے ہیں۔[2]

(4) عقل نے شریعت کی پہچان کرائی، عقل نہ ہوتی تو نبی اور متنبی (جھوٹے نبی) میں، صادق اور کاذب میں فرق نہیں ہوسکتا تھا۔ جو عقل کو جھٹلاتا ہے وہ شرع کو بھی جھٹلا دیتا ہے۔[3]

(5) عقل شرع کے بغیر ہدایت حاصل نہیں کرسکتی اور شرع عقل کے بغیر بیان نہیں

---

(1) البحر المحیط للزرکشی، 1/116؛ ایضاح المحصول للمازری، ص 83؛ المنخول للغزالی، ص 119۔

(2) نظم الفرائد لشیخی زادہ، ص 43۔

(3) قانون التاویل للغزالی، ص 19۔

ہوسکتی۔ (1)

قرآن اور عقل

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يُؤتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُؤتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ۔ (2)

(ترجمہ:) "اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے اور جسے حکمت ملی اُسے بہت بھلائی ملی اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے"۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ۔ (3)

(ترجمہ:) "بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے"۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ (الأنعام، 50)؛ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ (الأنعام، 80)؛ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (هود، 51)؛ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ (النحل، 17)؛ أَفَلَا يَرَوْنَ أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا (الأنبياء، 44)؛ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (المؤمنون، 80)؛ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (القصص، 72)؛ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ (محمد، 24)؛ انْظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (يونس، 101)؛ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ (عبس، 24)؛ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ۔ (الطارق،5)

(1) معارج القدس للغزالی، ص46۔

(2) البقرۃ، آیت 269۔

(3) آل عمران، آیت 190۔

(ترجمہ:)"تو کیا تم غور نہیں کرتے۔/تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے۔/تو کیا تمہیں عقل نہیں۔/تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے۔/تو کیا نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے آرہے ہیں۔/تو کیا تمہیں سمجھ نہیں۔/تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔/تو کیا وہ قرآن کو سوچتے نہیں۔/ دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا کیا ہے۔/تو آدمی کو چاہئے اپنے کھانوں کو دیکھے۔/تو چاہئے کہ آدمی غور کرے کہ کس چیز سے بنایا گیا"۔

عقائد میں عقل کا دائرہ

ذیل میں وہ مقامات درج ہیں کہ جن میں عقل کا کوئی دخل نہیں یا ان کے خلاف نہیں۔

(1) وہ عقائد جو اصولی قطعی ہیں ان کے خلاف عقل کا کوئی دخل نہیں؛ کیونکہ اگر وہ قطعی شرع کی وجہ سے ہیں تو عقل اس کے خلاف نہیں ہوسکتی، اور اگر قطعی عقل کی وجہ سے ہیں تو عقل خود اپنے خلاف نہیں ہوسکتی۔

(2) ضروریاتِ دین اور عقل میں مخالفت نہیں ہوسکتی۔

(3)امورِ تکوینی اور قضاء وقدر میں عقل کا دخل نہیں۔

(4) متقدمین علماء کے نزدیک متشابہات کی تاویل عقل سے نہیں ہوسکتی۔

(5) قواعدِ عقلیہ کے خلاف عقل نہیں آسکتی؛ وگرنہ خود عقل کی مخالفت لازم آئے گی۔

(6) حسیات کے خلاف عقل کا دخل نہیں کیونکہ حسیات عقل کے لیے بطورِ آلات اور علم کے ذرائع کے لیے استعمال ہوتے ہیں تو کوئی چیز اپنے ذرائع کے خلاف نہیں ہوسکتی۔

عقائد میں عقل کا منشا

بنیادی عقائد قرآن وحدیث سے لیے جائیں گے اور ان پر دلائل یا ان میں موجود حکمتیں عقل سے بھی دی جائیں گی۔

اسی طرح ہم پر فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جو چیزیں واجب ہیں، محال ہیں یا ممکن ہیں؟ ان کو جانیں اور ان پر ایمانِ تفصیلی لے آئیں۔ اس سلسلے میں بنیاد قرآن وحدیث ہی ہے کہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ کے لیے واجب ہیں یا محال ہیں تو قرآن وحدیث سے وہ بنیادی عقائد لیے گئے اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ دیگر عقائد کو ان کے ساتھ ملا لیا گیا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے لیے جو چیزیں محال ہے ان کا ذکر قرآن میں اجمالاً ہے مثلاً: "وہ کسی کی مثل نہیں"۔ "وہ نہ پیدا ہو، نہ اس سے کوئی پیدا ہوا"۔ "وہ محتاج نہیں" وغیر ذلک۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ ہیں۔ مگر دیگر فرقوں اور فتنوں کی وجہ بہت سے محالات کی نفی کرنی پڑتی ہے جیسے وہ نہ جوہر ہے نہ جسم، وہ مکان وزمان سے پاک ہے۔ اسے بھگوان نہیں کہہ سکتے۔

الغرض بنیادی عقائد قرآن وحدیث سے لیں گے اور ان کے مخالف باطل عقائد کا بطلان عقل کے ذریعے کریں گے۔

المبحث الثانی:
علم العقیدۃ والکلام کی اصطلاحات

اصطلاحات کی فہرست

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات: اللہ، واجب الوجود، بسیطِ حقیقی، صفت، صفتِ نفسیہ، معانی، معنویہ، سلبیہ، ازل، قِدَم، ابد، قِدَم وحدوث کی اقسام: قِدَم ذاتی وزمانی حدوثِ ذاتی وزمانی۔

نبوّات ومتعلقات: نبی، رسول، وحی، ملائکہ، صحابی، ولی، اہل بیت، سید، عصمت، معجزہ، کرامت، خرقِ عادت، فراست، مکلف، ہدایت، روح، ام الکتاب، لوحِ محفوظ، قلم، عرش، کرسی۔

عقیدہ ومتعلقات: عقیدہ، ایمان واسلام، توحید، دین، مذہب، اہل فترت، اہل قبلہ، اہل سنت، کفر، شرک، زندقہ، الحاد، تقلید۔

علم وعقل ومتعلقات: علم، عقل، شک، ظن، وہم، یقین، اذعان، یقین بالمعنیٰ الاخص والاعم، معرفت، تصور، تصدیق، الہام، دلیل، برہان، برہانِ انّی ولمی، برہانِ تمانع وتطبیق، صدق، کذب، حق، باطل۔

حکم ومتعلقات: حکم، حکمِ عادی وشرعی وعقلی، عقلی کی اقسام واجب، محال، جائز، ملازمہ، لازم، ملزوم، ملازمہ عقلیہ، ملازمہ عادیہ۔

شی ومتعلقات: شی، حقیقت وماہیت، ذات، نفس، عین، وجود، وجودِ خارجی، ذہنی، لفظی، کتابی، عدم، حال، امورِ اعتباریہ، جوہر، جوہرِ فرد، صورتِ جسمیہ، ہَیولی، جسم، عرض، حرکت، سکون، جہت، الآن، زمان، مکان، حَیِّز، عالَم، فلک، نور، اجزاءِ اصلیہ، حادث۔

موت وامورِ آخرت: موت، منکر نکیر، برزخ، حشر، بعث، معاد، قیامت، حساب، ...ش، صراط، میزان۔

متفرقات: فناء، ہلاک، تشبیہ، ضد، دَور، دور، تسلسل، نقطہ، خط، سطح، کُرہ۔

نوٹ: تقریباً 130 سے زائد اصطلاحات جمع کی گئی ہیں۔ ہر اصطلاح کا لغوی معنیٰ، اصطلاحی معنیٰ، مثال وغیرہ اختصار کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق اصطلاحات

اسمِ جلالت لفظ (اللہ)

لغوی معنیٰ: اکثر علماء کے نزدیک "اللہ" غیرِ مشتق ہے، جس کا لغوی معنیٰ "ازلی، قدیم اور قادرِ مطلق" ہے۔

اصطلاحی معنیٰ: اَللهُ عَلَمٌ مُرْتَجِلٌ عَلیٰ ذَاتِ وَاجِبِ الْوُجُوْدِ الْمَوْصُوْفِ بِصِفَاتِ الْكَمَالِ وَالْمُسْتَجْمِعِ لِأَسْمَاءِهِ الْحُسْنٰى وَالْمُنَزَّهِ عَنْ سِمَاتِ النَّقْصِ۔ (1)

(ترجمہ:) "اللہ اس واجبُ الوجود ذات کا نام ہے جو تمام کمال والی صفات اور تمام اسماء الحسنیٰ کا جامع ہے اور ہر قسم کے نقص وعیب سے پاک ہے"۔

واجب الوجود

لغوی معنیٰ: جس کا وجود واجب ہو۔

اصطلاحی معنیٰ: أَنَّهُ قَائِمٌ بِذَاتِهِ غَيْرُ مُحْتَاجٍ فِيْ وُجُوْدِهِ إِلَى غَيْرِهِ مَعَ احْتِيَاجِ الْكُلِّ إِلَيْهِ۔ (2)

(ترجمہ:) "واجب الوجود وہ ذات ہے جو قائم بذاتہ ہو یعنی اپنے وجود میں غیر کی محتاج نہ ہو، تمام مخلوقات اسی کی محتاج ہو"۔

(1) مقصد الاسنیٰ للغزالی، ص 64؛ شرح العقیدہ للتعلیمی، ص 16۔

(2) دستور العلماء لقاضی عبد النبی، 3/298۔

اِس کا اطلاق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مبارکہ پر ہوسکتا ہے۔

بسیطِ حقیقی

لغوی معنیٰ: بسیط کا لغوی معنیٰ "مفرد، اکیلا" ہے۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَ مَا لَا جُزْءَ لَهُ أَصْلاً۔ (1)

(ترجمہ:) "جس کا جزء نہ بالفعل ہو، نہ بالقوۃ۔ اور ذھناً، وھماً وعقلاً تقسیم اور اَجزاء کو قبول نہ کرے"۔

اس کی مثال صرف ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔

صفت

لغوی معنیٰ: خاصہ، وصف۔

اصطلاحی معنیٰ: هِيَ تُطْلَقُ عَلَى الْمَعْنَى الْوُجُوْدِيِّ الْقَائِمِ بِالْمَوْصُوْفِ مُوْجِبَةً لَهُ حُكْماً أَوْ عَلَى مَا لَيْسَ بِذَاتٍ۔ (2)

(ترجمہ:) "صفت ایسا وجودی معنیٰ ہے جو موصوف کے ساتھ قائم ہو وہ صفت ذات کے لئے حکماً لازم ہو۔ (صفت کی دوسری تعریف): صفت وہ ہے جو ذات نہ ہو"۔

پہلی تعریف کی مثال: صفتِ قدرت یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم اور ذات کے لئے لازم ہے اور وجودی ہے۔ جبکہ صفتِ وحدانیت، قِدَم، بقاء صفاتِ سلبیہ میں سے ہیں نہ کہ وجودیہ میں سے اور یہ دوسری تعریف کی مثالیں ہیں۔

صفاتِ نفسیہ، معانی، معنویہ، سلبیہ، فعلیہ

صفتِ نفسیّہ: هِيَ لَا يَفْتَقِرُ الْحُكْمُ بِهَا عَلَى الذَّاتِ إِلَى قِيَامِ صِفَةٍ أُخْرَى

(1) دستور العلماء، 1/167۔

(2) تہذیب شرح السنوسیہ لسعید فودۃ، ص 32؛ بغیۃ المرید للمارغنی، ص 47۔

بِالذَّاتِ۔ [1]

(ترجمہ:) "صفت نفسیہ وہ ذات ہے کہ جو اپنے قیام میں کسی دوسری ذات کی محتاج نہ ہو"۔

جیسا کہ واجب الوجود یعنی اللہ تعالیٰ اپنے وجود میں کسی دوسرے کا محتاج نہیں ہے۔ اس کو صفتِ ذاتیہ بھی کہتے ہیں۔ صفت نفسی صرف ایک ہے یعنی وجودِ باری تعالیٰ۔

صفاتِ معانی: كُلُّ صِفَةٍ مَوْجُوْدَةٍ فِي نَفْسِهَا قَائِمَةٌ بِمَوْجُوْدٍ أَوْجَبَتْ لَهُ حُكْماً۔ [2]

(ترجمہ:) "ہر صفت جو حقیقت میں کسی ذات کے ساتھ موجود ہو اور اس ذات کے لئے حکماً لازم ہو"۔

صفاتِ معانی آٹھ ہیں: سمع، بصر، کلام، علم، ارادہ، قدرت، حیات اور صفتِ تکوین۔

صفاتِ معنویہ: هِيَ عَيْنٌ لِلصِّفَاتِ الْمَعَانِيِّ وَهِيَ مَصَادِيْقُهَا۔

(ترجمہ:) "وہ صفاتِ معانی کا عین ہیں اور وہ صفاتِ معانی کا مصداق ہیں"۔

یعنی صفاتِ معانی جس ذات پر سچی آئے گی تو وہ صفتِ معنویہ کہلائے گی جیسے قدرت سے قادر، سمع سے سمیع، علم سے علیم وغیرہ۔ جس ذات کے لئے علم ثابت ہے یقینی طور پر وہ ذات علیم بھی ہے، جو علیم نہیں ہے اس کے لئے علم بھی نہیں ہے۔ یہ آٹھ ہیں: سمیع، بصیر، علیم، مرید، متکلم، قادر، حی، مکوِّن۔

صفاتِ سلبیہ: إِنَّهُ يَنْتَفِيْ بِهَا أَمْرٌ لَا يَلِيْقُ بِاللهِ تَعَالٰى۔

(ترجمہ:) "وہ صفات ہیں کہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے ایسے امر کی نفی کرنا جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے"۔

---

(1) المبین للآمدی، ص121۔

(2) تہذیب شرح السنوسیہ، ص43۔

جیسے وحدانیت یعنی متعدد نہیں۔ مخالفت للحوادث یعنی مشابہ نہیں ہے۔ یہ پانچ ہیں:
قِدَم، بقاء، وحدانیت، مخالفت للحوادث، قیام بنفسہ۔ (1)

ازل، قِدَم، ابد

لغوی معنیٰ: ازل: ہمیشہ سے ہونا۔ قدم: ابتداء نہ ہو۔ ابد: ہمیشہ رہے۔

اصطلاحی معنیٰ: اَزَل هُوَعِبَارَةٌعَنْ عَدَمِ الْأَوَّلِيَّةِ۔ (2)

(ترجمہ:) "جس کی ابتداء نہ ہو (کیونکہ جس کے لئے ابتداء ثابت ہوتی ہے تو پہلے اس پر عدم ہوتا ہے پھر ابتداء ہوتی ہے)"۔

جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات۔

قِدَم: هُوَاِنْتِفَاءُ الْعَدَمِ السَّابِقِ لِلْوُجُوْدِ۔ (3)

(ترجمہ:) "کسی وجود کے متعلق اس بات کی نفی کرنا کہ اس پر کبھی عدم طاری ہوا تھا"۔

جیسے اللہ تعالیٰ کی صفات۔

ابد: هُوَ اسْتِمْرَارُ الْوُجُوْدِ فِيْ أَزْمِنَةٍ مُقَدَّرَةٍ غَيْرِ مُتَنَاهِيَةٍ فِيْ جَانِبِ الْمُسْتَقْبِلِ۔ (4)

(ترجمہ:) "وجود کا جانبِ مستقبل میں غیر متناہی سلسلے تک جاری رہنا"۔

جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات۔

قِدَم اور حدوث کی اقسام

یہ تقسیم فلاسفہ کے نزدیک ہے مگر بعض متکلمین بھی اسے استعمال کرتے ہیں۔

---

(1) تہذیب شرح السنوسیہ لفودۃ، ص58۔
(2) شرح الطحاویہ للغنیمی، ص37۔
(3) تہذیب شرح السنوسیہ، ص35۔
(4) دستور العلماء، 1/24۔

قدم وحدوث کی دو دو قسمیں ہیں:

(1) قدم ذاتی۔(2) قدم زمانی۔(3) حدوثِ ذاتی۔(4) حدوثِ زمانی۔

قدم ذاتی: جو اپنے قیام میں غیر کا محتاج نہ ہو۔جیسے ذات باری تعالیٰ۔

قدم زمانی: جس پر پہلے کبھی عدم طاری نہ ہوا ہو۔جیسے ذات وصفات باری تعالیٰ۔

حدوثِ ذاتی: جو اپنے قیام میں غیر کا محتاج ہو۔جیسے مخلوق، یا فلاسفہ کے نزدیک فلک۔

حدوثِ زمانی: جس پر پہلے کبھی عدم طاری ہوا ہو۔جیسے مخلوق۔ (1)

ہمارے نزدیک صرف دو قسمیں ہیں یعنی قِدَم اور حدوث۔حدوث سے مراد کہ جس پر عدم طاری ہوا ہو۔ (2)

نبوّات اور اس کے متعلقات کی اصطلاحات

نبی، رسول

لغوی معنیٰ: نبی: خبر دینے والا۔رسول: پیغام لے کر آنے والا۔

اصطلاحی معنیٰ: نبی: هُوَ إِنْسَانٌ ذَكَرٌ حُرٌّ أُوحِيَ إِلَيْهِ بِشَرْعٍ يَعْمَلُ بِهِ أُمِرَ بِتَبْلِيغِهِ أَوْ لَمْ يُؤْمَرْ بِهِ۔ (3)

(ترجمہ:) "وہ آزاد مذکر انسان جس کی طرف شریعت کی وحی کی جاتی ہے کہ اس پر عمل کرے، خواہ اسے تبلیغ کا حکم دیا گیا ہو یا نہ دیا گیا ہو"۔

رسول: هُوَ إِنْسَانٌ حُرٌّ ذَكَرٌ بَالِغٌ أَوْحَى اللهُ إِلَيْهِ بِشَرْعٍ وَأَمَرَهُ بِتَبْلِيغِهِ لِلْعِبَادِ سَوَاءٌ كَانَ لَهُ كِتَابٌ أَمْ لَا۔ (4)

---

(1) نبراس للپرہاروی، ص76۔

(2) نبراس للپرہاروی، ص129۔

(3) بغیۃ المرید للمارغنی، ص16۔

(4) تہذیب شرح السنوسیہ، ص98۔

(ترجمہ:)"وہ انسان، آزاد، مذکر، بالغ جس کی طرف اللہ تعالیٰ شریعت کی وحی کرتا ہے، اور اسے احکام کی تبلیغ کیلئے مخلوق کی طرف بھیجتا ہے۔ اسے کتاب دی گئی ہو یا نہ دی گئی ہو"۔

وحی

لغوی معنیٰ: جو کسی کے خبر دینے سے معلوم ہو۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَ كَلَامٌ إِلٰهِيٌّ مُنَزَّلٌ عَلٰى نَبِيٍّ بِوَاسِطَةِ الْمَلَكِ أَوْ بِإِلْقَاءِ مَعْنًى فِي الرُّوْعِ۔ (1)

(ترجمہ:)"اللہ تعالیٰ کا وہ کلام جو نبی پر نازل ہو فرشتے کے واسطے سے یا دل میں القاء کے واسطے سے"۔

مثال: قرآن پاک اور حضرت ابراہیم کو حضرت اسماعیل کے ذبح کا حکم۔

ملائکہ

لغوی معنیٰ: پیغام رساں۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَ جِسْمٌ لَطِيْفٌ نُوْرَانِيٌّ يَتَشَكَّلُ بِأَشْكَالٍ مُخْتَلِفَةٍ۔ (2)

(ترجمہ:)"وہ نورانی لطیف جسم جو مختلف شکلوں کے ساتھ متشکل ہوسکتا ہے"۔

مثال: تمام فرشتے نور سے بنے ہیں اور نور آگ سے زیادہ لطیف اور شرف والا ہے۔ فلاسفہ کے نزدیک یہ جواہر مجردہ ہیں یعنی موجود ہیں مگر کسی حَیِّز، مکان میں نہیں ہیں۔ (3)

---

(1) معجم مقالید العلوم للسیوطی، ص74۔

(2) التعریفات، ص229۔

(3) کشاف اصطلاحات الفنون، 2/1641؛ القول الفصل شرح الفقہ الاکبر لبہاء الدین، ص27۔

صحابی

لغوی معنیٰ: صحبت یافتہ۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَ مَنْ رَأَیٰ النَّبِیَّ أَوْ رَآهُ النَّبِیُّ مُؤمِناً ثُمَّ مَاتَ عَلَیٰ الْإِسْلَامِ۔[1]

(ترجمہ:) "جس نے ایمان کی حالت میں نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو دیکھا یا نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اس مؤمن کو دیکھا اور پھر ایمان پر اس کی موت ہوئی"۔

مثال: بینا صحابہ نے نبی علیہ السلام کو دیکھا اور نابینا کو نبی علیہ السلام نے دیکھا۔

ولی

لغوی معنیٰ: دوست۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَ الْعَارِفُ بِاللهِ حَسَبَ مَا یُمْکِنُ الْمُوَاظِبُ عَلَیٰ الطَّاعَاتِ الْمُتَجَنِّبُ لِلْمَعَاصِی الْمُعْرِضُ عَنِ الْاِنْهِمَاكِ بِاللَّذَّاتِ وَالشَّهَوَاتِ[2]

(ترجمہ:) "جسے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو اور اپنی طاقت وتوفیق کے مطابق نیکیوں پر ہمیشگی، گناہوں سے اجتناب، لذات اور شہوات میں انہماک سے بچتا ہو"۔

دیگر تعریفات: عند الصوفیہ: جو اپنے حال سے فنا ہوکر رب کی بارگاہ اور اس کے مشاہدات میں بقاء حاصل کرلے۔[3]

اہل بیت، سید

لغوی معنیٰ: اہل بیت: گھر والے۔ سید: سردار۔

---

(1) نبراس، ص8۔

(2) شرح العقائد للتفتازانی، ص338۔

(3) معجم مقالید العلوم للسیوطی، ص221۔

اصطلاحی معنیٰ: اہلِ بیت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات، آپ کی اولاد اور حسنین کریمین، حضرت فاطمہ اور حضرت علی اہلِ بیت کرام میں شامل ہیں۔[1]

سید: صدرِ اول میں "سید" کا لفظ تمام بنو ہاشم کے لئے استعمال ہوتا تھا، اس میں علوی، عباسی، جعفری، عقیلی وغیرہ شامل تھے، حضرت فاطمہ کی اولاد کے ساتھ خاص نہیں تھا۔ بعد میں حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد کے ساتھ خاص ہوگیا اور آج تک یہی چلا آرہا ہے۔[2]

عصمت

لغوی معنیٰ: محفوظ رہنا۔

اصطلاحی معنیٰ: هِيَ قُوَّةٌ مِنَ اللهِ تَعَالَىٰ فِي عَبْدِهٖ تَمْنَعُهُ عَنِ ارْتِكَابِ شَيْءٍ مِنَ الْمَعَاصِيْ وَالْمَكْرُوْهَاتِ مَعَ بَقَاءِ الْاِخْتِيَارِ.[3]

(ترجمہ:) "بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطاء کردہ وہ قوت جس کے ذریعے وہ گناہوں سے حتیٰ کہ مکروہات سے قدرت رکھنے کے باوجود بچ جاتا ہے"۔

مثال: انبیاء کرام اور فرشتوں کا گناہوں سے معصوم اور پاک ہونا۔

معجزہ

لغوی معنیٰ: عاجز کردینے والا۔

اصطلاحی معنیٰ: هِيَ أَمْرٌ خَارِقٌ لِلْعَادَةِ مَقْرُوْنٌ بِالتَّحَدِّيْ مَعَ عَدَمِ الْمُعَارَضَةِ.[4]

---

(1) تفسیر رازی، 25/168۔

(2) الحاوی للفتاویٰ للسیوطی، 2/31، 33؛ فتاویٰ رضویہ، 13/361۔

(3) دستور العلماء، 2/233۔

(4) تہذیب شرح السنوسیہ لفودۃ، ص108۔

(ترجمہ:)"وہ خلاف عادت کام جو دعویٰ اور مقابلہ کی صورت میں ہواو راس کا رد نہ کیا جاسکے"۔

مثال: کنکر سے کلمہ پڑھانا، چاند کے دوٹکڑے کرنا۔

کرامت وخَرقِ عادت

لغوی معنیٰ: کرامت: خلافِ عادت کام۔

اصطلاحی معنیٰ: هِيَ فِعْلٌ خَارِجٌ عَنِ الْعَادَةِ يَظْهَرُ عَلَىٰ شَخْصٍ مِنْ غَيْرِ دَعْوَىٰ النُّبُوَّةِ بِرِضَا اللهِ تَعَالَىٰ۔ (1)

(ترجمہ:)"محض اللہ کی رضا کے لیے کسی شخص کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والا وہ خلافِ عادت کام جو بغیر نبوت کے دعویٰ کے اور مقابلے کے ہو"۔

مثال: جیسے حضرت مریم کا بے موسم پھل کھانا۔

خرق عادت کی تعریف: ہروہ کام جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تکرار کے ساتھ صادر ہو اور طبیعتیں اس سے مانوس ہوجائیں تو اسے عادتِ جاریہ کہا جاتا ہے اور جو تکرار کے ساتھ نہ ہو اسے خرقِ عادت اور خلافِ عادت کہا جاتا ہے۔ (2)

فراست

لغوی معنیٰ: معلوم کرنا۔

اصطلاحی معنیٰ: هِيَ الِاسْتِدْلَالُ بِالْأُمُوْرِ الظَّاهِرَةِ عَلَى الْأُمُوْرِ الْخَفِيَّةِ۔

(ترجمہ:)"امور ظاہرہ کے ذریعے امورِ باطنہ پر استدلال کرنا"۔

مثال: جس طرح ولی دل کی حالت جان لیتا ہے۔

فراست کی اقسام: فراست کی تین قسمیں ہیں۔

فراستِ ایمانیہ: وہ کھٹکا جو دل میں اچانک پیدا ہوتا ہے اور اس پر غالب آجاتا

(1) معجم مقالید العلوم للسیوطی، ص75۔

(2) نبراس للپرہاروی، ص55۔

ہے۔اس کا سبب وہ نور ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندے کے دل میں ڈالتا ہے۔ جس کا ایمان جتنا زیادہ قوی ہوگا اس کی فراستِ ایمانی اتنی ہی زیادہ کام کرے گی۔

فراستِ ریاضیہ: یہ بھوک، کم سونے اور خلوت سے حاصل ہوتی ہے۔جب قلب نفسانی خواہشات ولذات اور الائشوں سے خالی ہوجاتا ہے تو فراست اور کشف اسے حاصل ہوجاتی ہے۔یہ فراست مسلمان اور کافر کے درمیان مشترک ہے۔

فراستِ خَلقیہ: کسی کی شکل وصورت، بناوٹ اور ظاہری تبدیلیوں کی وجہ سے اس کی طبعیت پر حکم لگانا۔جیسے کسی کا سر بڑا ہے تو وہ ذہین بھی ہوگا اور سر چھوٹا ہے تو ذہین نہیں ہوگا۔اس کا تعلق اطباء اور حکماء حضرات سے ہے۔[1]

مکلّف

لغوی معنیٰ: جس کو دشوار کام کا حکم دیا گیا ہو۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَالْبَالِغُ الْعَاقِلُ الَّذِیْ بَلَغَتْهُ الدَّعْوَةُ۔[2]

(ترجمہ:)"وہ بالغ عاقل جس کو اسلام کی دعوت پہنچ چکی ہو"۔

مثال: ہر مسلمان، بالغ، عاقل کا مکلف ہونا۔

ہدایت

لغوی معنیٰ: رہنمائی۔

اصطلاحی معنیٰ: هِیَ الدَّلَالَةُ عَلَی طَرِیْقٍ یُوْصِلُ إِلَی الْمَطْلُوْبِ سَوَاءٌ حَصَلَ الْوُصُوْلُ وَالْاِهْتِدَاءُ أَوْلَمْ یَحْصِلْ۔[3]

(ترجمہ:)"ایسا راستہ دکھا دینا جو مطلوب تک پہنچانے والا ہو، خواہ وہ مطلوب تک پہنچے اور ہدایت حاصل کرلے یا مطلوب تک نہ پہنچے"۔

(1) شرح فقہ اکبر لعلی القاری، ص133۔

(2) تہذیب شرح السنوسیہ، ص29۔

(3) شرح العقائد، ص238۔

مثال: قرآن وسنت، علماء وانبیاء راہِ ہدایت دکھاتے ہیں۔

روح

لغوی معنیٰ: نفس، جس کی وجہ سے اجسام کی حیات ہوتی ہے۔

اصطلاحی معنیٰ: جمہور اہل سنت کے نزدیک: إِنَّهُ جِسْمٌ لَطِيفٌ حَالٌّ فِي الْبَدَنِ۔

(ترجمہ:) "وہ جسمِ لطیف جو بدن میں حلول اور سرایت کیے ہوئے ہو"۔

روح قدیم ہے یا حادث؟

اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ روح مخلوق ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا فرمایا ہے اور ہرگز قدیم نہیں ہے۔ امام مروزی اور ابن قتیبہ نے کہا: اسی پر اجماع ہے۔(1)

اُم الکتاب، لوحِ محفوظ، قلم

لغوی معنیٰ: ام الکتاب: اصل کتاب۔ لوحِ محفوظ: محفوظ تختی۔ قلم: کاٹنا۔

اصطلاحی معنیٰ: اُم الکتاب: عِلْمُ اللّٰہِ۔ اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔

لوحِ محفوظ: هُوَ جِسْمٌ نُورَانِيٌّ كَتَبَ فِيهِ الْقَلَمُ بِإِذْنِ اللهِ تَعَالَىٰ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔(2)

(ترجمہ:) "وہ نورانی جسم جس میں قیامت تک جو ہو چکا اور جو ہوگا سب اللہ کے حکم سے لکھا ہوا موجود ہے"۔

قلم: هُوَ جِسْمٌ عَظِيمٌ نُورَانِيٌّ خَلَقَهُ تَعَالَىٰ مِنْ نُورِهِ وَأَمَرَهُ بِكَتْبِ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔(3)

(ترجمہ:) "وہ نورانی عظیم جسم جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا فرمایا اور اسے قیامت تک ہونے والی تمام اشیاء کے لکھنے کا حکم دیا"۔

---

(1) مرام الکلام للپرہاروی، ص87؛ بغیۃ المرید للمارغنی، ص134۔

(2) بغیۃ المرید للمارغنی، ص149۔

(3) بغیۃ المرید، ص149۔

دیگر تعریفات: بعض کے نزدیک ام الکتاب سے مراد لوحِ محفوظ ہے جس میں تغیّر وتبدّل نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح بعض کے نزدیک ام الکتاب سے لوحِ محفوظ کے علاوہ ایک اور کتاب مراد ہے جس میں تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا ہے۔ نیز لوحِ محفوظ میں تغیّر وتبدّل کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔(1)

عرش، کرسی

لغوی معنیٰ: عرش: تخت۔ کرسی: بیٹھنے کی جگہ۔

اصطلاحی معنیٰ: عرش: هُوَ جِسْمٌ عَظِيْمٌ نُوْرَانِيٌّ عَلْوِيٌّ قُبَّةٌ عَظِيْمَةٌ فَوْقَ الْعَالَمِ ذَاتُ أَعْمِدَةٍ أَرْبَعَةٍ۔(2)

(ترجمہ:) "وہ عظیم چار ستونوں والا نورانی جسم جو جہان کے اوپر عظیم قبہ نما ہے"۔

کرسی: هُوَ جِسْمٌ عَظِيْمٌ نُوْرَانِيٌّ تَحْتَ الْعَرْشِ مُلْتَصِقٌ بِهٖ فَوْقَ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ، بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا مَسِيْرَةُ خَمْسِ مِئَةِ عَامٍ۔(3)

(ترجمہ:) "وہ عظیم نورانی جسم ہے جو عرش کے نیچے اور ساتویں آسمان کے اوپر ہے، کرسی اور ساتویں آسمان کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے"۔

عقیدہ اور اس کے متعلقات کی اصطلاحات

اعتقاد، عقیدہ

لغوی معنیٰ: عقیدہ: جس کا تعلق اعتقاد سے ہو عمل سے نہ ہو۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَ الْإِيْمَانُ وَالْيَقِيْنُ الْجَازِمُ الَّذِيْ لَا يَتَطَرَّقُ إِلَيْهِ شَكٌّ لَدَى مُعْتَقِدِهٖ بِوَجْهٍ مِنَ الْوُجُوْهِ، سَوَاءٌ أَكَانَ هٰذَا الْاِعْتِقَادُ حَقًّا أَمْ بَاطِلًا۔

---

(1) تفسیر بغوی، سورہ الرعد، آیت: 39، 4/326324۔

(2) بغیۃ المرید، ص149۔

(3) بغیۃ المرید، ص149۔

(ترجمہ:)"ایمان اور ایسا پختہ یقین کہ معتقِد کو اس میں ذرہ برابر شک نہ ہو، خواہ یہ اعتقاد حق ہو یا باطل"۔

اور یہی تعریف اعتقاد کی بھی ہے۔ تمام عقائد اس کی ہی مثالیں ہیں۔

ایمان، اسلام

لغوی معنیٰ: ایمان: تصدیق کرنا۔ اسلام: فرمانبردار ہونا۔

اصطلاحی معنیٰ: جمہور ماتریدیہ کے نزدیک ایمان اور اسلام ایک ہے جس کی تعریف یہ ہے:

هُوَ التَّصْدِيْقُ الْجَازِمُ بِالْوَحْدَةِ وَصَدَّقَ الرَّسُوْلَ فِي كُلِّ مَا جَاءَ بِهِ وَلَوْ إِجْمَالاً۔ [1]

(ترجمہ:)"یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کی تصدیق کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو لے کر آئے ہیں ان کو سچا تسلیم کرنا، اگرچہ یہ اجمالاً ہو"۔

توحید

لغوی معنیٰ: شی کے ایک ہونے کا یقین۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَ إِفْرَادُ الْمَعْبُوْدِ بِالْعِبَادَةِ مَعَ اِعْتِقَادِ وَحْدَتِهِ ذَاتاً وَصِفَاتٍ وَأَفْعَالاً۔ [2]

(ترجمہ:)"معبود کو عبادت میں ایک ماننا اس اعتقاد کے ساتھ کہ وہ اپنی ذات، صفات اور افعال میں یکتا ہے"۔

دین

دین: هُوَ وَضْعٌ إِلٰهِيٌّ يَدْعُوْ أَرْبَابَ الْعُقُوْلِ قَبُوْلَ مَا عِنْدَ الرَّسُوْلِ۔ [3]

---

(1) مرام الکلام للپر ہاروی، ص282۔

(2) تہذیب شرح السنوسیہ، ص41۔

(3) شرح العقیدۃ الطحاویہ للغنیمی، ص24۔

(ترجمہ:)"وہ قانونِ الٰہی جو رسول اللہ ﷺ عقل والوں کے لئے لے کر آئے اسے قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے"۔

مذہب

مذہب: هُوَ مَجْمُوْعُ الْقَضَايَا الْمَأْخُوْذَةِ عَمَّنْ يُدَّعٰى إِثْبَاتُهَا بِالْاِسْتِدْلَالِ.

(ترجمہ:)"احکامات کا وہ مجموعہ جن کو استدلال کے ذریعے ثابت کرنے کا دعویٰ کیا جائے"۔

اہلِ فترت، اہلِ قبلہ، اہلِ سنت و جماعت

لغوی معنیٰ: اہل فَترت: دو نبیوں کے درمیان کے زمانے والے لوگ۔ اہل قبلہ: کعبہ کی طرف منہ کرکے عبادت کرنے والے۔ اہل سنت و جماعت: سنت اور صحابہ کی جماعت کی پیروی کرنے والے۔

اصطلاحی معنیٰ: اہل فَترت: هُمُ الَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغْهُمْ دَعْوَةُ الْإِسْلَامِ إِمَّا لِانْقِرَاضِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْعُلَمَاءِ أَوْ لِأَنَّهُمْ وَرَاءَ الْجِبَالِ الشَّامِخَةِ وَالْبِحَارِ الْكَاسِرَةِ.(1)

(ترجمہ:)"وہ لوگ جن کو اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو، یا انبیاء اور علماء کے ختم ہونے کی وجہ سے یا وہ دور دراز پہاڑوں میں اور کشتیوں کے ذریعے دور سمندر میں رہنے کی وجہ سے"۔

جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے بعد کے لوگ۔ اور آج بھی افریقہ وغیرہ کے وہ جنگلات جہاں چند ایک قبیلے رہتے ہیں اور اپنے طور پر زندگی گزارتے ہیں۔

اہل قبلہ: هُمُ الْمُوَافِقُوْنَ عَلٰى مَا هُوَ مِنْ ضَرُوْرِيَّاتِ الْإِسْلَامِ كَحُدُوْثِ الْعَالَمِ وَحَشْرِ الْأَجْسَادِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَصْدُرَ عَنْهُمْ شَيْءٌ مِنْ مُوْجِبَاتِ الْكُفْرِ

(1) مرام الکلام، ص308۔

قَطْعًا.[1]

(ترجمہ:)"جوضروریاتِ اسلام کے موافق عقیدہ رکھتے ہوں۔مثلاً جہان کا حادث ہونا اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونا(جیسے معتزلہ، خوارج، روافض، جبریہ، قدریہ،معطلہ، مشبہ وغیرہ)،مگر یہ کہ ان سے کوئی ایسی بات سرزد ہوجائے جو قطعی کفر کو لازم ہو(جیسے بعض روافض کا عقیدہ کہ قرآن ناقص ہے)"۔

اہل سنت وجماعت: مَنْ طَرِيقَتُهُمْ طَرِيقَةُ الرَّسُولِ عليه السلام وَأَصْحَابِهِ.[2]

(ترجمہ:)"جورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اورصحابہ کرام کے طریقے پر ہو"۔

کفر، شرک، زندقہ، الحاد

لغوی معنیٰ: کفر: ڈھانپنا۔ شرک: شریک ٹھہرانا۔ زندقہ: ظاہر ایمان باطن کفر۔ الحاد: مائل ہونا۔

اصطلاحی معنیٰ: کفر هُوَتَكْذِيبُهُ فِي شَيْءٍ مِمَّا جَاءَ بِهِ مِنْ الدِّينِ ضَرُورَةً.[3]

(ترجمہ:)"نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی ضروریات میں سے کسی ایک کا انکار کرنا"۔

شرک: هُوَإِثْبَاتُ الشَّرِيكِ فِي الْأُلُوهِيَّةِ بِمَعْنَى وُجُوبِ الْوُجُودِ كَمَا لِلْمَجُوسِ أَوْ بِمَعْنَى اسْتِحْقَاقِ الْعِبَادَةِ كَمَا لِعَبَدَةِ الْأَصْنَامِ.[4]

(ترجمہ:)"اللہ تعالیٰ کے واجب الوجود ہونے میں کسی کو شریک ٹھہرانا، جیسا کہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے یا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو عبادت کے

(1) نبراس،ص26؛التقریروالتحبیر لابن امیر حاج،ص318۔

(2) التوضیح للتفتازانی،2/93۔

(3) الدرالمختار للحصکفی،4/223۔

(4) شرح العقائد،ص200،201۔

مستحق جاننا جیسا کہ بت پرست کا عقیدہ ہے"۔

مجوسی خیر کا خالق الگ اور شر کا خالق الگ ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ بت پرست اللہ تعالیٰ کے علاوہ کو مستحقِ عبادت سمجھتے ہیں۔

زَندَقہ: هِیَ أَنْ یُّظْهِرَ شَعَائِرَ الْإِسْلَامِ وَیُبْطِنَ الْعَقَائِدَ الَّتِیْ هِیَ کُفْرٌ بِالْاِتِّفَاقِ وَقَدْ یَعْتَرِفُ بِنُبُوَّةِ النَّبِیِّ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ۔ (1)

(ترجمہ:) "شعائرِ اسلام کا اظہار کرے جبکہ باطن میں ایسا عقیدہ ہو کہ جس سے بالاتفاق کفر لازم آتا ہو اور کبھی نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی نبوت کا بھی اعتراف کرے"۔

اِلحاد: هُوَ الْمَیَلَانُ عَنِ الشَّرْعِ الْقَوِیْمِ إِلَی جِهَةٍ مِنْ جِهَاتِ الْکُفْرِ۔ (2)

(ترجمہ:) "شریعتِ مطہرہ سے کفر کی طرف مائل ہونا"۔

تقلید

لغوی معنیٰ: گردن میں پٹہ ڈالنا۔

اصطلاحی معنیٰ: اِتِّبَاعُ الْإِنْسَانِ غَیْرَهُ فِیْمَا یَقُوْلُ أَوْ یَفْعَلُ مُعْتَقِدًا لِلْحَقِّیَّةِ مِنْ غَیْرِ نَظَرٍ إِلَی الدَّلِیْلِ۔ (3)

(ترجمہ:) "غیر کے قول یا فعل کے حق ہونے کا اعتقاد رکھتے ہوئے بغیر دلیل کے اس کی پیروی کرنا"۔

مثال: فقہ میں ہم امام اعظم ابوحنیفہ کے مقلد ہیں۔ مگر عقائد میں تقلید جائز نہیں۔

---

(1) دستور العلماء، 2/113۔

(2) القاموس الفقہی لسعدی ابوحبیب، ص329۔

(3) کشاف اصطلاحات الفنون، 1/500۔

علم و عقل اور ان کے متعلقات کی اصطلاحات

علم

اس کی تفصیل شروع میں گزر چکی ہے۔

عقل

اس کی تفصیل شروع میں گزر چکی ہے۔

شک، ظن، وھم

لغوی معنیٰ: شک: تردد میں پڑ جانا۔ ظن: گمان۔ وہم: خیال۔

اصطلاحی معنیٰ: شک: هُوَ مَا اسْتَوَىٰ طَرَفَاهُ۔ [1]

(ترجمہ:) "جس کی دونوں طرفیں برابر ہوں"۔

ظن: هُوَ الِاعْتِقَادُ الرَّاجِحُ مَعَ احْتِمَالِ النَّقِيضِ۔ [2]

(ترجمہ:) "دو طرفوں میں سے ایک طرف کا راجح ہونا مگر دوسری طرف کا احتمال بھی رہے"۔

جبکہ شک میں دونوں طرفیں برابر ہوتی ہیں۔

وہم: هُوَ الطَّرَفُ الْمَرْجُوحُ مِنْ ذٰلِكَ۔ [3]

(ترجمہ:) "دو طرفوں میں سے مرجوح طرف"۔

یہ شک سے بھی کم درجے پر ہے۔

مثال: دور سے نظر آنے والا انسان ہے یا نہیں ہے؟ کوئی طرف یعنی انسان ہونا اور انسان نہ ہونا کسی کو ترجیح حاصل نہیں ہے بس معاملہ برابر ہو تو شک ہے۔ اگر ایک

---

(1) الحدود الانیقۃ لزکریا انصاری، ص68۔

(2) دستور العلماء، 2/209۔

(3) الحدود الانیقۃ، ص68؛ نبراس، ص12۔

طرف راجح ہے یعنی دیکھنے والا یوں کہتا ہے کہ میرے خیال میں یہ انسان ہے، تو یہ سوچ ظن کہلائے گی اور اس کے مقابل مرجوح (انسان نہ ہونے والی) طرف جو کمزور ہے وہ وہم ہے۔

یقین، اِذعان

لغوی معنیٰ: یقین: اطمینانِ قلب۔ اذعان: پختہ ارادہ۔

اصطلاحی معنیٰ: یقین: هُوَ اعْتِقَادٌ جَازِمٌ لَا يَقْبَلُ التَّغَيُّرَ مِنْ غَيْرِ دَاعِيَةِ الشَّرْعِ۔

(ترجمہ:) "پختہ اعتقاد جو تغیر اور زوال کو شریعت کے حکم کے بغیر قبول نہ کرے"۔

اذعان: لِلْإِذْعَانِ مَرَاتِبُ فَالْأَدْنَىٰ مِنْهَا يُسَمَّىٰ بِالظَّنِّ وَالْأَعْلَىٰ مِنْهَا يُسَمَّىٰ بِالْيَقِيْنِ، وَبَيْنَهُمَا التَّقْلِيْدُ وَالْجَهْلُ الْمُرَكَّبُ۔ (1)

(ترجمہ:) "اذعان کے کئی مرتبے ہیں، ادنیٰ مرتبے کا نام ظن ہے۔ اعلیٰ مرتبے کا نام یقین ہے"۔

یقین کی اقسام: (1) یقین بالمعنیٰ الاخص۔ (2) یقین بالمعنیٰ الاعم۔

یقین بالمعنیٰ الاخص: جب ہمیں کسی بات کا یقین اور اذعان حاصل ہو اور اس کے خلاف کا بالکل احتمال نہ ہو تو یہ یقین بالمعنیٰ الاخص ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے متعلق ہمارا عقیدہ کہ اس میں شراکت کا احتمال ہے ہی نہیں۔

یقین بالمعنیٰ الاعم: اگر خلاف کا احتمال ہو مگر وہ احتمال بغیر کسی دلیل کے پیدا ہوا ہو یعنی بالکل کمزور احتمال ہو تو یہ یقین بالمعنیٰ الاعم ہے۔ جیسے ہمارے سامنے زید موجود ہے اور ہم کہیں کہ یہ شاید وہی زید نہیں ہے بلکہ جنّ ہے۔ تو یہاں جنّ کا احتمال نہایت ہی کمزور ہے۔ (2)

(1) کشاف اصطلاحات الفنون، 1/131۔

(2) فتاویٰ رضویہ، 1/241۔

عقائد میں جس یقین اور اذعان کی ضرورت ہوتی ہے وہ یقین بالمعنیٰ الاخص اور یقین بالمعنیٰ الاعم دونوں ہیں۔ (1)

معرفت

لغوی معنیٰ: پہچان۔

اصطلاحی معنیٰ: هِيَ الْجَزْمُ الْمُطَابِقُ لِلْحَقِّ عَنْ دَلِيْلٍ۔ (2)

(ترجمہ:) "ایسا یقین جو دلیل کی بنیاد پر حق کے مطابق ہو"۔

مثال: اللہ تعالیٰ کے وجود کا یقین ہے مگر دلائل و براہین بھی ہیں تو یہ معرفت ہے وگرنہ محض یقین ہے۔

تصور

لغوی معنیٰ: ذہن میں لانا۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَ كُلُّ مَا يَحْصِلُ فِي الذِّهْنِ مِنْ صُوَرِ الْمَاهِيَّاتِ۔ (3)

(ترجمہ:) "ماہیات کی صورتوں کا ذہن میں حاصل ہونا"۔

مثال: ذہن میں کوئی بھی صورت بغیر حکم کے جو حاصل ہوگی وہ تصور کی مثال بنے گی۔

تصدیق

لغوی معنیٰ: تسلیم کرنا۔

اصطلاحی معنیٰ: هِيَ عِبَارَةٌ عَنْ رَبْطِ الْقَلْبِ عَلَى شَيْءٍ بِعِلْمِهِ مِنْ إِخْبَارِ الْمُخْبِرِ بِأَنَّهُ كَذَا۔ (4)

(1) فتاویٰ رضویہ، 1/240۔

(2) تہذیب شرح السنوسیہ، ص29، 30۔

(3) الکلیات للکفوی، ص90۔

(4) الکلیات، ص291۔

(ترجمہ:)"مخبر کے خبر دینے سے شی کے بارے میں جو بات معلوم ہو اس کو دل سے تسلیم کرنا تصدیق ہے"۔

مثال: ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے جو خبر دی ہم نے بعینہ اس کو تسلیم کیا تو یہ تصدیق ہے۔

دیگر تعریفات: عند الحکماء والمناطقۃ: تصور مع الحکم کا نام تصدیق ہے۔ یعنی تصور کے ساتھ کوئی حکم بھی ہو جیسے زید کھڑا ہے۔ زید تصور ہے اور کھڑا ہونا حکم ہے۔ (1)

اِلہام

لغوی معنیٰ: خبر دینا۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَإِفَاضَةُ الْخَيْرِفِي الْقَلْبِ۔ (2)

(ترجمہ:)"خیر کا دل میں ڈال دینا"۔

مثال: علماء، اولیاء وغیرہ کو کسی مسئلے کے متعلق اللہ تعالیٰ رہنمائی عطا فرماتا ہے، جس کو وہ القاء اور اُلہمنی، ربی سے تعبیر کرتے ہیں اور اپنی کتب میں تحریر کرتے ہیں۔

دلیل، برھان

ان کی تفصیل گزر چکی ہے۔

بُرھانِ اِنّی و برھانِ لِمّی

برھان اِنّی: استدلال معلول سے علت کی طرف ہو۔ جیسے دھواں کو دیکھا تو معلوم ہوگیا کہ یہاں آگ ضرور ہے۔ دھواں معلول ہے اور آگ علت ہے۔

برہان لِمّی: استدلال علت سے معلول کی طرف ہو۔ جیسے آگ کو دیکھا تو معلوم ہوگیا کہ دھواں بھی ہوگا۔ (3)

---

(1) الکلیات، ص291۔

(2) دستور العلماء، 1/180۔

(3) شرح عقائد، ص71۔

برھانِ تمانع و برھانِ تطبیق

برھان تمانع: یہ دلیل اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کو ثابت کرنے کے لئے دی جاتی ہے کہ اگر دو خدا فرض کریں تو اس میں فلاں فلاں خرابیاں لازم آئیں گی۔ اس کی تفصیل صفتِ وحدانیت میں بیان کی جاتی ہے۔ جو کہ مطولات میں ملاحظہ ہو۔

برھان تطبیق: یہ تسلسل کو باطل کرنے کے لئے ذکر کی جاتی ہے۔ اور تسلسل کے بطلان سے اللہ تعالیٰ کا صانع اور خالق ہونا ثابت کیا جاتا ہے۔ صفتِ نفسیہ میں بیان کی جاتی ہے۔

صدق، کذب، حق، باطل

لغوی معنیٰ: صدق: شی جس طرح ہے اس کی خبر دینا۔ حق: سچائی، ثابت شدہ۔

اصطلاحی معنیٰ: صدق: هُوَ مُطَابَقَةُ الْخَبَرِ لِمَا فِي نَفْسِ الْأَمْرِ وَافَقَ الْاِعْتِقَادَ أَوْ لَا۔ (1)

(ترجمہ:) "خبر کا واقع کے مطابق ہونا، خواہ وہ خبر دینے والے کے اعتقاد کے موافق ہو یا نہ ہو"۔

اس کے مقابل کذب ہے۔

حق: هُوَ مُطَابَقَةُ الْوَاقِعِ لِلْحُكْمِ۔ (2)

(ترجمہ:) "واقع کا حکم کے مطابق ہونا"۔

اس کے مقابل باطل ہے۔

مثال: ولی نے کرامت دکھائی، نہ دیکھنے والوں کو کسی نے اس کی خبر دی اور کہا کہ باہر فلاں واقعہ پیش آیا ہے۔ اس کا خبر دینا اگر واقع کے مطابق ہے تو صدق ہے اگرچہ وہ اس کے اعتقاد میں درست ہو یا نہ ہو یعنی وہ کرامت کو مانتا ہو یا نہ مانتا ہو۔ اور اس نے

---

(1) تہذیب شرح السنوسیہ، ص103۔

(2) شرح العقائد، ص26۔

جو خبر دی واقعہ بھی اسی کے مطابق ہے اور اعتقاد بھی موافق ہے تو یہ حق ہے۔

حکم اور اس کے متعلقات کی اصطلاحات

حکم

لغوی معنیٰ: روکنا۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَ إِسْنَادُ أَمْرٍ لِأَمْرٍ آخَرَ بِإِيْجَابٍ أَوْ سَلْبٍ۔ [1]

(ترجمہ:) "ایک شی کی نسبت دوسری شی کی طرف نفی یا اثبات کی صورت میں کرنا"۔

مثال: "اللہ تعالیٰ موجود ہے "موجود ہونے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ "اللہ تعالیٰ کے لئے فنا نہیں ہے "میں فنا کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نفی کی صورت میں ہے۔

حکم کی اقسام (عادی، شرعی، عقلی)

حکم کی تین قسمیں ہیں۔(1) عادی۔(2) شرعی۔(3) عقلی۔

حکم عادی: هُوَ يُعْرَفُ بِالتَّجْرِبَةِ وَالتَّكْرَارِ كَوُجُوْدِ الاحْتِرَاقِ عِنْدَ النَّارِ۔

(ترجمہ:) "جو تجربہ اور تکرار سے پہچانا جائے۔ جیسے آگ کا جلانا"۔

یہ حکمِ عادی ہے یعنی عادتاً ایسا ہے کہ آگ جلاتی ہے وگرنہ آگ کا نہ جلانا بھی ممکن ہے جیسے نارِ نمرود۔ اسی طرح جہنم کی آگ کا فنا فی اللہ کے مقام پر فائز اولیاء پر اثر نہ کرنا جیسا کہ ملا علی قاری نے فرمایا۔ [2]

حکمِ عادی کا علم العقیدہ میں کوئی دخل نہیں ہے۔ ہاں عادتِ مستمرہ سے جو علم حاصل ہو وہ یقینی ہوتا ہے۔ [3]

حکم شرعی: هُوَ خِطَابُ اللهِ تَعَالَى الْمُتَعَلِّقُ بِأَفْعَالِ الْمُكَلَّفِيْنَ بِالطَّلَبِ۔

---

(1) نبراس، ص14۔

(2) شرح الفقہ الاکبر لعلی القاری، ص147۔

(3) الارشاد للجوینی، ص20، مسایرہ لابن ہمام، ص66۔

(ترجمہ:)"مطالبہ کی صورت میں مکلفین کے افعال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے خطاب کا متعلق ہونا"۔

کتبِ فقہ میں مسائل شرعیہ کے جتنے احکامات ہیں سب احکام شرعیہ میں داخل ہیں۔حکمِ شرعی بعض عقائد میں مستقلاً فائدہ دیتا ہے اور بعض میں تقویت دیتا ہے۔

حکم عقلی: هُوَ يُفْهَمُ مِنْ مُجَرَّدِ الْعَقْلِ مِنْ غَيْرِ تَكْرَارٍ وَلَا وَضْعِ وَاضِعٍ۔

(ترجمہ:)"بغیر تکرار اور واضع کی وضع کے محض عقل سے سمجھا جائے"۔

جیسے ضدین کا جمع ہونا محال ہے۔اس میں کسی دلیلِ نقلی یا عادت،تجربہ وغیرہ کا کوئی دخل نہیں بلکہ یہ صرف عقل سے سمجھا جارہا ہے۔حکم عقلی کو علم العقیدہ میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

حکمِ عقلی کی اقسام (واجب،محال،جائز)

حکم عقلی کی تین قسمیں ہیں۔(1) واجب(وجوب)۔(2) محال(ممتنع، مستحیل)۔(3)ممکن (جائز،ممکن)۔

واجب: هُوَ مَا لَا يَقْبَلُ الْعَدَمَ عَقْلاً۔

(ترجمہ:)"عقلاً جس پر عدم محال ہو"۔

جیسے ذات وصفاتِ باری تعالیٰ۔

محال: هُوَ مَا لَا يَقْبَلُ الْوُجُوْدَ عَقْلاً۔

(ترجمہ:)"عقلاً جس کا وجود محال ہو"۔

جیسے کذبِ باری تعالیٰ۔

ممکن: هُوَ مَا يَقْبَلُ الْوُجُوْدَ وَالْعَدَمَ۔

(ترجمہ:)"جو عدم اور وجود دونوں کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھے"۔

جیسے مخلوق۔(1)

(1) تہذیب شرح السنوسیہ،ص 26، 27؛المعتقد المنتقد للبدایونی،ص66؛بغية المريد للمارغني، ص26؛اضاءة الدجنة لمحمد الداء الشنقيطي،ص10۔

ملازمہ، لازم وملزوم

لغوی معنیٰ: ملازمہ: ایک شی کا دوسری شی سے جدا نہ ہونا۔

اصطلاحی معنیٰ: اَلْمُلَازَمَۃُ کَوْنُ الْحُکْمِ مُقْتَضِیاً الآخَرَ وَالْاَوَّلُ ھُوَ الْمَلْزُوْمُ وَالثَّانِیْ ھُوَ اللَّازِمُ۔ (1)

(ترجمہ:) "ایک حکم کا دوسری چیز کا تقاضا کرنا"۔

ملزوم: تقاضہ کرنے والی ذات کوملزوم کہتے ہیں۔

لازم: جس کا تقاضہ کیا گیا ہے اسے لازم کہتے ہیں۔

مثال: اللہ تعالیٰ کی ذات صفات کا تقاضہ کرنے والی ہے۔لہٰذا صفات اللہ تعالیٰ کی ذات کو لازم ہیں۔یعنی ذات وصفات میں ملازمہ ہوا۔ جب سے ذات ہے تب سے صفات بھی ہیں۔ذات تقاضہ کرنے والی ہے تو وہ ملزوم ہے اور صفات کا تقاضہ کیا گیا ہے تو وہ لازم ہیں۔

ملازمہ عقلیہ: عقل کے نزدیک لازم کا ملزوم سے جدا ہونا محال ہو۔ جیسے گورے کے لئے سفیدی لازم ہے تو گورے سے سفیدی کا جدا ہونا محال ہے۔

ملازمہ عادیہ: عقل کے نزدیک لازم کا ملزوم سے جدا ہونا ممکن ہو۔ جیسے اگر ایک ملک کے کئی وزیر اعظم ہوں سبھی کے پاس ایک جیسے اختیارات ہوں تو اس سے فساد لازم آئے گا، مگر اس فساد کا لزوم عادی ہے یعنی ہوسکتا ہے فساد نہ ہو؛ کیوں کہ وہ متفق ہو کر بھی وزارت کر سکتے ہیں۔ (2)

---

(1) الحدود الانیقہ لزکریا انصاری، ص83۔

(2) التعریفات للجرجانی، ص229۔

شی اور اس کے متعلقات کی اصطلاحات

شیء

لغوی معنی: وہ چیز کہ جس کے بارے میں خبر دینا ممکن ہو۔[1]

اصطلاحی معنی: هُوَ الْمَوْجُوْدُ بِمَعْنَى أَنَّهُ مُتَّحَادِفَانِ عَلَى مَعْنًى وَاحِدٍ۔[2]

(ترجمہ:) "ہر شی موجود ہے اور ہر موجود شی ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے مترادف ہیں"۔

مثال: جس چیز کے لئے وجود ثابت ہے ہر وہی چیز شی کی مثال ہے۔

حقیقت، ماہیت

لغوی معنی: حقیقت: جو یقینی طور پر ثابت ہو۔[3]

اصطلاحی معنی: هِيَ الْأَمْرُ الْكُلِّيُّ الْحَاصِلُ فِي الْعَقْلِ مِنْ حَيْثُ هُوَ كُلِّيٌّ مَعْقُوْلٌ بِلَا اعْتِبَارِ الْوُجُوْدِ الْخَارِجِيِّ۔[4]

(ترجمہ:) "وہ کلی جس کا تصور اس کی ذات کے اعتبار سے عقل میں حاصل ہو اور اس کے وجود کا خارج میں باقاعدہ طور پر موجود ہونا ضروری نہ ہو۔ اور یہی ماہیت کی تعریف ہے"۔

مثال: انسان کی حقیقت حیوانِ ناطق ہے، عالَم کی حقیقت جسم اور عرض ہے اور ان کا وجود خارجی بھی ہے۔

---

(1) الحدود الانیقہ لزکریا انصاری، ص 66۔

(2) بغیۃ المرید، ص 161۔

(3) معجم اللغۃ العربیہ لاحمد مختار، 1/533۔

(4) نبراس، ص 26۔

ذات، نفس، عین

لغوی معنیٰ: ذات: صاحبہ یعنی بمعنیٰ ذو کے ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ہِیَ صاحبۃُ الجمال یعنی وہ جمال والی ہے۔

اصطلاحی معنیٰ: ذَاتُ الشَّیْءِ نَفْسُهُ وَعَيْنُهُ۔

(ترجمہ:) "شی کی حقیقت، عین اور نفس کو ذات کہتے ہیں"۔

اور ذات، نفس اور عین ایک معنیٰ کے لئے آتے ہیں۔ (1)

مثال: جس کی حقیقت ثابت ہے وہ ان کی مثال بن سکتی ہے، جیسے کاغذ کہ یہ فلاں چیز سے بنا ہے اور جلانے سے جل جاتا ہے وغیرہ۔

دیگر تعریفات: عین کی تعریف: وہ ممکن جو اپنے قیام میں دوسرے کا محتاج نہ ہو۔

عین کی تعریف عند الحکماء: جو خارج میں موجود ہو۔ اس کے مقابل وجودِ ذہنی ہے۔ (2)

وجود

لغوی معنیٰ: پایا جانا، موجود ہونا۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَ ثُبُوْتُ الْعَيْنِ وَمَا يَصِحُّ بِهِ أَنْ يُعْلَمَ الشَّیْءُ وَيُخْبَرُ عَنْهُ۔ (3)

(ترجمہ:) "کسی شی کے ثبوت کا نام وجود ہے۔ یعنی جس کے بارے جانا جاسکے اور خبر دی جاسکے"۔

وجود کی اقسام (خارجی، ذہنی، لفظی، کتابی)

وجود کی چار قسمیں ہیں:

(1) وجودِ خارجی: خارج میں پایا جائے جیسے انسان کا وجود وغیرہ۔

---

(1) الحدود الانیقہ، ص 71۔

(2) نبراس، ص 25۔

(3) دستور العلماء، 3/304۔

(2) وجودِ ذہنی: جو فقط ذہن میں ہو جیسے عنقاء (ایک خیالی) پرندہ۔

(3) وجودِ لفظی: خارج میں پائی جانے والی اشیاء کے وجود کو لفظوں میں بیان کرنا۔

(4) وجودِ کتابی: جو نقش اور تحریر کی صورت میں پایا جاتا ہے۔ آخری دو میں اختلاف ہوسکتا ہے پہلی دو میں نہیں ہوسکتا؛ کیونکہ تعریف اور الفاظ وتحریر کے نقشے الگ الگ ہوسکتے ہیں مگر کسی شی کے وجودِ خارجی اور ذہنی ہونے میں اختلاف نہیں ہوسکتا۔[1]

عدم

لغوی معنیٰ: نہ ہونا۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَ مَالَاثُبُوْتَ لَهُ وَمَالَايَصِحُّ رُؤْيَتُهُ۔[2]

(ترجمہ:) "جو چیز ثابت نہ ہو اور نہ ہی اسے دیکھا جاسکے"۔

حال

لغوی معنیٰ: شی کی کیفیت، ہیئت، صفت اور حالت۔[3]

اصطلاحی معنیٰ: أَنَّهَا صِفَةٌ لموجودٍ لٰكِنَّهَا لَيْسَتْ مَوْجُودَةً وَلَا مَعْدُوْمَةً۔[4]

(ترجمہ:) "حال موجود کی صفت ہے لیکن وہ خود نہ موجود ہے نہ معدوم"۔

مثال: ایک ہے علم، دوسرا ہے عالِم، تیسرا ہے معلوم اور چوتھا ہے عالِم ہونا۔ یہ چوتھا عالِم ہونا (عالمیت) حال ہے۔ اسی طرح قادر، مقدور، قدرت اور قادر ہونا (قادریت)۔ اس کو سمجھنے کے لئے امورِ اعتباریہ کی مثالیں بھی دی جاسکتی ہیں جو کہ حال

(1) دستور العلماء، 3/255، 310303؛ المعتقد المنتقد، ص106، شرح العقائد، ص164۔

(2) حاشیہ تہذیب شرح السنوسیہ لفودۃ، ص31؛ التمہید للسالمی، ص30۔

(3) القاموس المحیط، 1/57۔

(4) الارشاد للجوینی، ص78؛ الکلیات للکفوی، ص374۔

کی تفصیل کے بعد مذکور ہیں۔[1]

دیگر تعریفات/ اختلاف: قاضی باقلانی، امام الحرمین الجوینی من اہل السنہ اور ابو ہاشم الجبائی من المعتزلہ کے نزدیک حال ثابت ہے باقی محققین متکلمین اور معتزلہ کے نزدیک یہ ثابت نہیں ہے۔[2]

حال کی تعریف عند الصوفیہ: ایک فیض ہے جس کا وُرود بغیر کسی کسب، طمع، حزن، شوق، ہیبت، قبض، بسط وغیرہ کے قلب پر ہوتا ہے۔[3]

امورِ اعتباریہ

لغوی معنیٰ: اعتبار: امور میں غور وفکر کرنا تا کہ دوسری شی کا علم حاصل ہو سکے۔[4]

اصطلاحی معنیٰ: هُوَ الَّذِیْ لَا وُجُوْدَ لَهٗ إِلَّا فِی عَقْلِ الْمُعْتَبِرِ مَا دَامَ مُعْتَبِرًا۔[5]

(ترجمہ:) "جس کا وجود نہ ہو مگر عقل اس کا اعتبار کر لے اور اسے حیثیت دے"۔

اسی کو ماہیتِ اعتباریہ، امورِ نسبیہ واضافیہ بھی کہا جاتا ہے۔

مثال: اٹھنا، بیٹھنا، فوقیت، تحتیت وغیرہ۔ یعنی ایک شخص بیٹھا ہے، تو اس کا بیٹھنا ایسی چیز نہیں ہے کہ اس کی طرف اشارہ کر سکیں، بلکہ اگر کوئی اشارہ کرے گا تو وہ اس کے جسم اور اعضاء کی طرف اشارہ ہو گا نہ کہ بیٹھنے کی طرف، مگر اس کے مخصوص اعضاء سے جو ہیئت ذہن میں آرہی ہے، اسی کو بیٹھنا کہتے ہیں اور اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ عقل نے اس کا اعتبار کر لیا ہے اور حیثیت دے دی ہے۔[6]

---

(1) الکلیات للکفوی ص374؛ دستور العلماء، 2/4۔

(2) دستور العلماء، 2/4۔

(3) التعریفات للجرجانی، ص81۔

(4) حاشیہ رمضان آفندی علیٰ شرح العقائد، ص328۔

(5) التعریفات، ص37۔

(6) نبراس ص36۔

جَوھر، جَوھرِ فرد

لغوی معنیٰ: شی کی حقیقت اور اس کی ذات۔[1]

اصطلاحی معنیٰ: جوھرِفرد ھُوَالْجُزْءُ الَّذِیْ لَایَتَجَزَّأُ۔

(ترجمہ:) "وہ چھوٹے سے چھوٹا ذرہ جو مزید تقسیم نہ ہو سکے"۔

یعنی اسے مزید توڑا یا چھوٹا نہ کیا جا سکے۔اسے جزءلایتجزیٰ بھی کہتے ہیں۔

جوہر: ھُوَالْمُمْکِنُ مَاکَانَ مَوْجُوداًفِی مَوْضُوعٍ۔

(ترجمہ:) "وہ ممکن جو کسی محل میں ہو"۔

یعنی کوئی بھی چیز جو محل میں ہو اس پر جوہر کا اطلاق کر سکتے ہیں اور یہی جوہر جسم کا حصہ ہوتا ہے۔[2]

مثال: جوہرِ فرد کی مثال یہ ہے کہ صبح سویرے روشن دان سے جب روشنی داخل ہوتی ہے تو اس روشنی میں چھوٹے چھوٹے ذرات نظر آتے ہیں، بطورِ تفہیم یہ ذرات جوہرِ فرد کی مثال ہیں۔

دیگر تعریفات: فلاسفہ کے نزدیک جوہر کی تعریف: جو اپنے قیام میں غیر کا اور محل کا محتاج نہ ہو۔[3]

صورۃِ جسمیہ

صورۃ جسمیہ متصل واحد ہوتی ہے اور طول، عرض و عمق پر مشتمل ہوتی ہے۔ ہر جسم والی چیز جو ہمیں نظر آتی ہے، اسے صورۃِ جسمیہ (بطورِ تفہیم) کہہ سکتے ہیں۔

ہَیُولیٰ

ہیولیٰ صورۃِ جسمیہ کا محل ہوتا ہے، اس کی نہ خاص شکل ہے نہ صورت مگر وہ ہر

(1) المعجم الوسیط مجمع اللغۃ القاہرۃ، 1/149۔

(2) مرام الکلام للفرھاروی، ص85، 107۔

(3) المبین للآمدی، ص109۔

صورت اور شکل کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ جیسے ہاتھ صورۃ جسمیہ ہے جبکہ ہاتھ کے اردگرد متصل گویا کہ جو فضاء ہے وہ ہیولیٰ ہے۔ اسی طرح قلم صورۃ جسمیہ ہے اور اس کے اردگرد جو فضاء ہے وہ ہیولیٰ ہے۔(1)

عند اہل السنہ جوہرِ فرد ثابت ہے، یعنی ایسا ذرہ ثابت ہے کہ جو مزید تقسیم، توڑ پھوڑ کو قبول نہ کرے۔ جبکہ امام رازی نے جوہرِ فرد کے ثبوت وعدمِ ثبوت کے متعلق توقف اختیار کیا۔ امام غزالیٰ اور جمہور فلاسفہ کے نزدیک جوہرِ فرد ثابت نہیں ہے۔

ہمارے نزدیک جوہر ممکنات میں سے ہے اور حادث ہے جیسا کہ تعریف سے ظاہر ہے۔ جوہر کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر کسی بھی صورت میں جائز نہیں۔ جب کہ فلاسفہ کے نزدیک جوہر بعض صورتوں میں قدیم ہے، جو کہ سراسر باطل ہے۔(2)

جسم (جِرم)

لغوی معنیٰ: "بدن" ہے۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَ مَا قَامَ بِذَاتِهٖ فِي الْعَالَمِ۔(3)

(ترجمہ:) "جہان میں سے وہ شی جو خود بخود قائم ہو"۔

جسم اور جِرم دونوں ہم معنیٰ ہیں۔ مثال: اس کے مقابل عرض ہوتی ہے جو کہ اپنے قیام میں دوسرے کی محتاج ہوتی ہے، جیسے خوشبو۔ جس بوتل میں خوشبو ہے اگر اس میں پانی یا خود بوتل ہی نہ ہو تو خوشبو کا وجود ممکن نہیں جبکہ پانی اور دوسری چیزیں اپنے قیام میں کسی کی محتاج نہیں۔

عرض

لغوی معنیٰ: عارض ہونا، لاحق ہونا۔

---

(1) مرام الکلام، ص 92؛ معین الفلسفہ لپالن پوری، ص 46۔

(2) مرام الکلام للفر هاروی، ص 107، شرح عقائد، ص 90، 118۔

(3) الحدود الانیقہ، ص 71۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَ الْعَرْضُ مَا لَا يَقُوْمُ بِذَاتِهٖ۔[1]

(ترجمہ:) "جو خود بخود قائم نہ ہو سکے بلکہ اپنے قیام میں غیر کا محتاج ہو"۔

مثال: خوشبو، رنگ، روشنی، حرارت، ذائقے، اکائی، دوئی، زوجیت وغیرہ۔

دیگر تعریفات: عند الفلاسفہ: ایک شی کا دوسری شی کے ساتھ خاص ہونا، جس طرح صفت موصوف کے ساتھ خاص ہوتی ہے۔[2]

حرکت، سکون

لغوی معنیٰ: حرکت: (ایک جگہ سے دوسری جگہ) منتقل ہونا۔ سکون: حرکت کی ضد ہے۔[3]

اصطلاحی معنیٰ: إِنْ كَانَ مَسْبُوْقاً بِكَوْنٍ آخَرَ فِي ذَلِكَ الْحَيِّزِ بِعَيْنِهٖ فَهُوَ سَاكِنٌ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَسْبُوْقاً بِكَوْنٍ آخَرَ فِي ذَلِكَ الْحَيِّزِ بَلْ فِي حَيِّزٍ آخَرَ فَمُتَحَرِّكٌ۔[4]

(ترجمہ:) "ایک شی ایک لمحے میں ایک حَیِّز (جگہ) میں ہے اور دوسرے لمحے وہ دوسرے حَیِّز (جگہ) میں ہو تو یہ حرکت ہے اور اگر دوسرے لمحے میں بھی اسی حَیِّز (جگہ) میں ہے تو وہ سکون ہے"۔

مثال: اگر کوئی اپنے سر کو ایک جگہ قائم رکھے، ہلائے نہیں تو وہ سکون اور اگر ہلائے تو وہ حرکت کیونکہ اس نے اپنے سر کو ایک اور حَیِّز (جگہ) میں منتقل کیا ہے۔

جہت

لغوی معنیٰ: جانب، طرف۔

---

(1) شرح عقائد، ص92۔

(2) شرح عقائد، ص92۔

(3) معجم اللغۃ العربیہ، 1/479۔

(4) شرح عقائد، ص96۔

اصطلاحی معنیٰ: هِيَ نَفْسُ الْأَمْكِنَةِ بِاعْتِبَارِ عُرُوْضِ الْإِضَافَةِ إِلَى شَيْءٍ.

(ترجمہ:) "جہات وہی مکانات ہی ہیں مگر کسی شی کی طرف نسبت کے لاحق ہونے کے اعتبار سے"۔

مثال: ہم کہتے ہیں کہ آسمان اوپر ہے یعنی جہت اوپر والی ہے، یہ اوپر والی جہت اس لئے وجود میں آئی کہ اس کی نسبت زمین کی طرف ہے۔ پہلا آسمان دوسرے آسمان کے اعتبار سے نیچے ہے، کیونکہ اس کی نسبت اوپر والے دوسرے آسمان کی طرف ہو رہی ہے۔

دیگر تعریفات: عند الفلاسفہ: مکانات کی حدود اور اطراف کہ جس کی طرف اشارہ کیا جائے تو اس اشارے کی جہاں انتہاء ہوگی وہی جہت ہے۔ دیوار پر لگی کسی چیز کی طرف میں نے اشارہ کیا تو میرے اشارے کی انتہاء پر جو شی ہے وہی جہت ہے۔ یا میں نے اپنے سامنے موجود دروازے تک جانا ہے تو وہ دروازہ میرے لیے جہت ہوگا۔ یہ تعریف اگر چہ حکماء کے نزدیک ہے مگر متکلمین کے ہاں بھی یہ تعریف استعمال کی جاتی ہے۔[1]

الآن، زمان، مکان، حَیِّز

لغوی معنیٰ: الآن: اب۔ زمان: وقت۔ مکان: جگہ۔ حیز: جگہ۔

اصطلاحی معنیٰ: الآن: هُوَ عِبَارَةٌ عَنْ نِهَايَةِ الزَّمَانِ وَإِنْ شِئْتَ قُلْتَ هُوَ مَا يَتَّصِلُ بِهِ الْمَاضِي بِالْمُسْتَقْبِلِ۔[2]

(ترجمہ:) "زمانے کی انتہاء کو الآن کہتے ہیں یعنی ماضی کا جو لمحہ مستقبل کے ساتھ ملا ہوا ہے اس کو الآن کہتے ہیں"۔

زمانہ حال اس کی مثال ہے اور حال اگلے لمحے میں ماضی کہلاتا ہے۔

(1) شرح العقائد، ص123؛ نبراس، ص116۔

(2) المبین للآمدی، ص96۔

زمان: هُوَعِبَارَۃٌعَنْ مُتَجَدِّدٍ مَعْلُوْمٍ یُقَدَّرُ بِہٖ مُتَجَدِّدٌ آخَرُ مَوْهُوْمٌ.[1]

(ترجمہ:)"معلوم چیز سے دوسری موہوم چیز کا اندازہ لگانا"۔

جیسے سورج کے طلوع ہونے کا علم ہے مگر اس کے طلوع کا وقت مبہم اور موہوم ہے تو معلوم کو جب مبہم کے ساتھ ملایا تو پتہ چل گیا کہ مثلاً سات بجے سورج طلوع ہوا۔ اسی طرح سیکنڈ سے منٹ، منٹ سے گھنٹہ، گھنٹے سے دن، دن سے ہفتہ، ہفتے سے مہینہ، مہینے سے سال وجود میں آتا ہے۔

حَیِّز هُوَالْفَرَاغُ الْمَوْهُوْمُ الَّذِیْ یَشْغُلُہُ شَیْءٌ۔[2]

(ترجمہ:)" وہ وہمی خلا جس کو کوئی شی مشغول کرتی ہے"۔

جیسے کھلی فضاء حیز کی مثال ہے اس میں ہم ہاتھ پھیلائیں گے تو یہ خلا ہمارے ہاتھ کی وجہ سے مشغول ہوگیا۔

مکان: اَلْمَکَانُ بُعْدٌ مَوْهُوْمٌ.[3]

(ترجمہ:)"مکان ایک وہمی خلا کا نام ہے"۔

جیسے کوئی شخص مسجد میں زمین پر بیٹھتا ہے تو زمین کے اوپر جو خلا زمین کو مَس ہو رہا ہے وہ مکان ہے، اگرچہ محاورتاً زمین ہی کو مکان کہتے ہیں، حالانکہ زمین زمین ہے، فرش ہے نہ کہ مکان۔

مکان اور حَیِّز میں فرق

(1) مکان جگہ کو کہتے ہیں مگر حَیِّز اس مکان کی تقدیر، تحدید اور تعیین کو کہتے ہیں۔[4]

(2) مکان میں مُمتَد (طول، عرض اور عمق) یعنی جسم ہوتا ہے۔ جبکہ حَیِّز میں غیر ممتد بھی

---

(1) دستور العلماء، 2/110۔

(2) نبراس، ص115۔

(3) نبراس، ص114۔

(4) المبین للآمدی، ص96۔

ہوتا ہے۔ یعنی مکان خاص ہے ممتد کے ساتھ جبکہ حَیّز عام ہے ممتد کو بھی اور غیر ممتد کو بھی۔ ہر مکان حیّز ہے ہر حیّز مکان نہیں ہے۔ جیسے جوہر فرد یعنی چھوٹے سے چھوٹا ذرہ کہ اس میں لمبائی، چوڑائی اور گہرائی نہیں ہوتی تو جوہرِ فرد کے محل اور جگہ کو حیّز کہیں گے نہ کہ مکان؛ کیونکہ مکان طول، عرض اور عمق کے ساتھ خاص ہے۔[1]

عالَم

لغوی معنیٰ: جس کے ذریعے کوئی شی معلوم ہو۔[2]

اصطلاحی معنیٰ: هُوَ عِبَارَةٌ عَمَّا عَدَا الْبَارِيْ تَعَالىٰ مِنَ الْمَوْجُوْدَاتِ۔[3]

(ترجمہ:) "اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، افعال اور اسماء کے علاوہ ہر شی کو عالَم، جہان کہتے ہیں"۔

مثال: اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہر شی اس کی مثال ہے۔

فلک

لغوی معنیٰ: آسمان۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَ جِسْمٌ بَسِيْطٌ كُرِوِيٌّ مُتَحَرِّكٌ بِالطَّبْعِ عَلَى الْوَسْطِ مُشْتَمِلٌ عَلَيْهِ۔[4]

(ترجمہ:) "فلک وہ گول اور بسیط جسم ہے جو اپنے مرکزی نقطے پر بالطبع حرکت کرتا ہے"۔

مثال: فلک کی مثال پیاز کے چھلکے کی طرح ہے کہ زمین کو فلک نے پیاز کی چھلکے کی

(1) نبراس، ص115۔

(2) تعریفات للجرجانی، ص145۔

(3) المبین للآمدی، ص99۔

(4) معجم مقالید العلوم للسیوطی، ص137۔

طرح گھیرا ہوا ہے۔

فلک کی تعداد: عند الفلاسفہ کل نو افلاک ہیں۔ ان سب کی مثال پیاز کی سی ہے کہ پیاز کے بیچ میں موجود ایک چھوٹی سی گٹھلی کو زمین تصور کریں، اور اس کے اوپر پیاز کے پردوں کو فلک تصور کریں اور انہیں فلکوں میں سیارے مثلاً چاند، سورج وغیرہ تیر رہے ہیں۔

نور

لغوی معنیٰ: روشن۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَ كَيْفِيَّةٌ تُدْرِكُهَا الْبَاصِرَةُ۔ (1)

(ترجمہ:) "وہ کیفیت جس کو قوتِ بصارت (دیکھنے والی قوت) ادراک کرتی ہے"۔

مثال: کسی بزرگ، ولی اللہ کے چہرے پر نور یعنی کشش کی ایک خاص کیفیت جو نظر آتی ہے وہی اس کی مثال ہے۔

اجزاءِ اصلیہ

لغوی معنیٰ: کسی شی کے حقیقی اجزاء۔

اصطلاحی معنیٰ: انسان کے بدن میں ایسے اجزاء کہ جو کبھی فناء نہیں ہوتے حتیٰ کہ اگر انسان مرجائے، گل سڑ جائے، اسے شیر کھا جائے اور وہ بھوسہ بن کر باہر نکل آئے تب بھی وہ اجزاء باقی رہتے ہیں۔ (2)

مثال: یہ اجزاء ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں خوردبین سے بھی نہیں دیکھا جا سکتا۔

حادث

لغوی معنیٰ: پیدا ہونا۔

---

(1) التعریفات للجرجانی، ص246۔

(2) مرآۃ المناجیح لاحمد یار خان نعیمی، 7/364۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَحُصُوْلُ الشَّیْءِ بَعْدَ مَا لَمْ یَکُنْ۔[1]

(ترجمہ:)"شی نہیں تھی پھر وجود میں آئی"۔

مثال: اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور اسماء کے علاوہ ہر شی حادث کی مثال ہے۔

موت وامورِ آخرت کی اصطلاحات

موت

لغوی معنیٰ: مرنا۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَ صِفَةٌ وُجُوْدِيَّةٌ خُلِقَتْ ضِدَّ الْحَيَاةِ، قَبْضُ الرُّوْحِ وَخُرُوْجُهَا مِنَ الْبَدَنِ۔[2]

(ترجمہ:)"موت وجودی صفت ہے جسے پیدا کیا گیا ہے اور وہ حیات کی ضد ہے۔/ موت روح کا قبض ہونا اور اس کا جسم سے نکل جانا ہے"۔

دیگر تعریفات: عند الصوفیہ: نفسانی خواہشات کا ختم ہونا۔ اور جب خواہشات ختم ہوجاتی ہیں تو حیاتِ جاودانی نصیب ہوجاتی ہے۔/ مکاشفات اور تجلیات پر حجاب موت ہے۔[3]

منکر نکیر

لغوی معنیٰ: ڈراؤنی شکل والے۔

اصطلاحی معنیٰ: هُمَا مَلَكَانِ شَدِيْدَا الانْتِهَارِ يَأْتِيَانِ الْمَيِّتَ فِي قَبْرِهِ بَعْدَ دَفْنِهِ فَيُجْلِسَانِهِ وَيَسْأَلَانِهِ عَنْ رَبِّهِ وَدِيْنِهِ وَنَبِيِّهِ۔[4]

(ترجمہ:)"گرج دار آواز والے دو فرشتے جو میت کے دفن کے بعد اس

---

(1) الکلیات، ص400۔

(2) التوقیف للمناوی، ص318۔

(3) دستور العلماء، 3/264؛ کشاف اصطلاحات الفنون، 2/1669۔

(4) معجم مصطلاحات العلوم الشرعیہ مجمع السعودیہ، ص1636۔

کے پاس آتے ہیں اور اسے اٹھانے کے بعد بندے کے رب، دین اور نبی کے بارے میں سوال کرتے ہیں"۔

برزخ، حشر، بعث، معاد، قیامت

لغوی معنیٰ: برزخ: دو چیزوں کے درمیان حائل۔ حشر: جمع کرنا۔ بعث: بھیجنا۔ معاد: لوٹنے کی جگہ۔ قیامت: کسی کام کے لئے کھڑا ہونا۔

اصطلاحی معنیٰ: برزخ: وَمَا بَيْنَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَذٰلِكَ زَمَانٌ يَقَعُ بَيْنَ الْمَوْتِ إِلَى حِيْنَ النُّشُوْرِ۔ (1)

(ترجمہ:) "موت کے وقت سے لے کر قیامت کے دن اٹھنے تک کا زمانہ"۔

قبر کا زمانہ بھی عالمِ برزخ کہلاتا ہے۔

حشر، بعث، معاد، قیامت: هُوَ أَنْ يَبْعَثَ اللّٰهُ تَعَالَى الْمَوْتَى مِنَ الْقُبُوْرِ بِأَنْ يَجْمَعَ أَجْزَاءَهُمُ الْأَصْلِيَّةَ وَيُعِيْدُ الْأَرْوَاحَ إِلَيْهَا۔ (2)

(ترجمہ:) "اللہ تعالیٰ مُردوں کے اجزاءِ اصلیہ کو جمع کر کے ان میں روح کو لوٹانے کے بعد ان کو قبر سے اٹھائے گا"۔

کسی شخص کو شیر نے کھایا یا جل کر راکھ ہوگیا اللہ تعالیٰ اس کے اجزاءِ اصلیہ کو جمع کرے گا اور روح دوبارہ لوٹائے گا۔ اور جن کے جسم سلامت ہوں گے ان میں روح کو لوٹائے گا اور حساب وکتاب کے لئے رب کی بارگاہ میں پیش ہوں گے۔ یہ چاروں ایک معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں۔

حساب

لغوی معنیٰ: شمار کرنا۔

---

(1) کشاف اصطلاحات الفنون، 1/322۔

(2) دستور العلماء، 1/170۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَ تَوْقِيفُ اللهِ عِبَادَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ عَلَى أَعْمَالِهِمْ خَيْرًا كَانَتْ أَوْ شَرًّا قَوْلًا كَانَتْ أَوْ فِعْلًا أَوْ اعْتِقَادًا بَعْدَ أَنْ يَأْخُذُوا كُتُبَ أَعْمَالِهِمْ وَقَبْلَ أَنْ يَنْصَرِفُوا مِنَ الْمَوْقِفِ۔[1]

(ترجمہ:) "بندے کا اپنے رب کے سامنے اپنے اعمال کے حساب کے لئے پیش ہونا، اعمال اچھے ہوں یا برے، قولی ہوں یا فعلی ہوں یا اعتقادی، یہ حساب اپنے نامۂ اعمال لینے کے بعد اور حساب کی جگہ سے ہٹنے سے پہلے ہوگا"۔

حوض

لغوی معنیٰ: پانی جمع ہونے کی جگہ۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَ جِسْمٌ مَخْصُوصٌ كَبِيرٌ مُتَّسِعُ الْجَوَانِبِ يَكُونُ عَلَى الْأَرْضِ الْبَيْضَاءِ كَالْفِضَّةِ تَرِدُهُ هَذِهِ الْأُمَّةُ مَنْ شَرِبَ مِنْهُ لَا يَظْمَأُ أَبَدًا۔[2]

(ترجمہ:) "مخصوص اور وسیع جسم والا جو چاندی نما چمکتی زمین پر ہوگا جس پر امتِ محمدیہ آئے گی، جس نے بھی اس سے پانی پی لیا اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی"۔

صراط

لغوی معنیٰ: راستہ۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَ جِسْمٌ مَمْدُودٌ عَلَى مَتْنِ جَهَنَّمَ، أَحَدُّ مِنَ السَّيْفِ وَأَدَقُّ مِنَ الشَّعْرِ، يَمُرُّ عَلَيْهَا الْخَلَائِقُ۔[3]

(1) بغیۃ المرید للمارغنی، ص141۔

(2) بغیۃ المرید، 153۔

(3) شرح الطحاویہ للغنیمی، ص118۔

(ترجمہ:)"ایسا جسم ہے جو جہنم کی پیٹھ پر بچھا ہوا ہے،تلوار سے زیادہ تیز، بال سے زیادہ باریک ہے،جس پر سے تمام مخلوق گزرے گی"۔

میزان

لغوی معنیٰ: وزن کرنے کا آلہ۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَ مِيْزَانٌ لَهُ لِسَانٌ وَكَفَّتَانِ تُوْضَعُ الْحَسَنَاتُ فِي إِحْدٰى وَالسَّيِّئَاتُ فِي الْأُخْرٰى فَإِنْ ثَقُلَتْ الْحَسَنَاتُ نَجٰى وَإِنْ خَفَّتْ هَلَكَ۔ (1)

(ترجمہ:)"وہ ترازو جس کا ایک کانٹا ہے اور دو پلڑے ہیں جس کے ایک پلڑے میں نیکیاں اور دوسرے میں برائیاں رکھی جائیں گی، اگر نیکیاں بھاری ہوئیں تو نجات ہے، اگر بھاری نہ ہوئیں تو ہلاک ہے"۔

متفرقات

فناء، ہلاک

لغوی معنیٰ: ختم ہونا، نیست ونابود ہونا۔

اصطلاحی معنیٰ: ہلاک: هُوَ خُرُوْجُ الشَّيْءِ عَنِ الْاِنْتِفَاعِ الْمَقْصُوْدِ بِهٖ۔

(ترجمہ:)"شی کا منفعتِ مقصودہ ومطلوبہ کے قابل نہ رہنا"۔

یا وہ اصلاً باقی نہ رہے اس طرح کہ بالکل وہ شی یا اس کے اجزاء معدوم ہوجائیں۔

فناء: هُوَ يَصِيْرُ مَعْدُوْمًا بِذَاتِهٖ وَأَجْزَائِهٖ۔ (2)

(ترجمہ:)"شی کی ذات کا یا اس کے اجزاء کا معدوم ہوجانا"۔

مثال: کتاب پانی میں گرگئی اور اس کے صفحات، کتابت ریزہ ریزہ ہوگئے یا کسی چیز کو آگ لگائی اور وہ جل کر راکھ ہوگئی تو یہ فناء ہے۔ اگر کتاب ریزہ ریزہ تو نہ ہوئی مگر

(1) نبراس، ص215۔

(2) دستور العلماء، 3/329۔

اس کی کتابت ختم ہوگئی اور وہ پڑھنے کے قابل نہ رہی تو ہلاک ہے۔[1]

تشبیہ

لغوی معنیٰ: تشبیہ: مشابہ قرار دینا۔

اصطلاحی معنیٰ: ایک شی کا دوسری شی کے بعض صفات میں یا کل صفات میں مشابہ اور مماثل ہونا۔

تشبیہ عند الصوفیہ: محبوب کے جمال کی صورت کا نام ہے۔ احادیث مبارکہ میں جو اللہ تعالیٰ کی مشابہت کے الفاظ ذکر ہیں ان کا مطلب یہی ہے کہ وہ اس کے جمال کی صورتیں ہیں نہ کہ ذات کی۔[2]

ضد، دَور، تسلسُل

لغوی معنیٰ: ضد: شی کا مدمقابل۔ دَور: گھومنا۔ تسلسل: جاری رہنا۔

اصطلاحی معنیٰ: ضد ھُوَ الْاَمْرُ الْوُجُوْدِیُّ الَّذِیْ یُقَابِلُ أَمْراً وُجُوْدِیاً آخَرَ۔[3]

(ترجمہ:) "ایسی وجودی شی جس کے مقابل کوئی دوسری وجودی شی موجود ہو"۔

جیسے سفید اور سیاہی۔

دَور: ھُوَ تَوَقُّفُ کُلٍّ مِنَ الشَّیْئَیْنِ عَلَی الآخَرِ۔[4]

(ترجمہ:) "دو چیزوں میں سے ہر ایک چیز دوسری پر موقوف ہو"۔

جیسے الف باء پر موقوف ہے اور باء الف پر موقوف ہے یا الف باء پر، باء دال پر اور دال الف پر موقوف ہو۔

(1) معجم مقالید العلوم للسیوطی، ص212؛ دستور العلماء، 3/33۔

(2) نبراس، ص122؛ کشاف اصطلاحات الفنون، 1/443۔

(3) حاشیہ تہذیب شرح سنوسیہ، ص60۔

(4) کشاف اصطلاحات الفنون، 1/811۔

تسلسل: ھُوَتَرْتِیْبُ اُمُوْرٍ غَیْرِ مُتَنَاھِیَۃٍ۔ [1]

(ترجمہ:)"غیر متناہی امور کو ترتیب دینا"۔

جیسے الف کو باء نے ایجاد کیا، باء کو تاء نے، تاء کو ثاء نے، ثاء کو جیم نے۔۔۔۔۔ اسی طرح یہ سلسلہ فرض کرتے جائیں اور اس کی حد نہ ہو انتہاء نہ ہو تو اس کا نام تسلسل ہے۔

نقطہ، خط، سطح، کُرہ

نقطہ: جو طول (لمبائی)، عرض (چوڑائی) اور عمق (گہرائی) کسی کو قبول نہ کرے۔ یعنی نکتے میں یہ تینوں چیزیں نہیں ہوتی۔ جیسے ہم نے بال پَن سے ایک چھوٹے سے چھوٹا نقطہ لگایا تو اس میں نہ لمبائی نہ چوڑائی اور نہ ہی گہرائی ہے۔

خط: جو صرف طول (لمبائی) کو قبول کرتا ہے۔ جیسے نکتے کو ذرا سا کھینچیں تو اس سے بن جانے والی لکیر اگرچہ چھوٹی ہی کیوں نہ ہو وہ خط کہلائے گی۔

سطح: جو لمبائی اور چوڑائی کو قبول کرتی ہے۔ جیسے پانی سے بھرے ہوئے پیالے کی سطح۔ [2]

کُرہ حقیقیہ: گول جسم کے مرکز میں موجود نقطے سے تمام خطوط اس جسم کی سطح کو برابر برابر مس کریں، ذرہ برابر کمی بیشی نہ ہو۔ جیسے فٹ بال کے درمیان میں نقطہ فرض کریں تو اس سے تمام خطوط (لکیریں یا زاویے) فٹ بال کی سطح کو برابر مس کریں گے۔ [3]

کرہ حقیقی اور سطحِ حقیقی یہ ہے کہ اگر کرہ حقیقی سطح حقیقی کو صرف ایک نقطے پر مس کرے، تو وہ کرہ بھی حقیقی ہوگا اور سطح بھی حقیقی ہوگی۔ [4]

---

(1) التعریفات، ص57۔

(2) النبراس، ص83۔

(3) النبراس، ص82۔

(4) شرح عقائد، ص86۔

جیسے بالکل گول فٹ بال کو شیشے کے اوپر رکھ دیں تو فٹ بال شیشے کو صرف ایک نکتے پر مس کرے۔

یہ مثال سمجھانے کے لئے دی ہے وگرنہ فٹ بال ایک نکتے پر مس نہیں کرتی بلکہ ایک سے دو انچ مس کرتی ہے۔

چند قواعدِ عقلیہ

ذیل میں چند قواعدِ عقلیہ بیان کیے جارہے ہیں جو عقائد اور ان کے دلائلِ عقلیہ کی تفہیم اور تکمیل کے لیے ضروری ہیں۔

1. كُلُّ مَايَخْطُرُ بِبَالِكَ فَاللهُ بِخِلَافِ ذٰلِكَ۔[1]

(ترجمہ:)"اللہ تعالیٰ ہر اس شکل وصورت سے پاک ہو جو تیرے دل میں کھٹکے"۔

یہ اللہ تعالیٰ سے تجسیم کی نفی میں استعمال ہوتا ہے۔

2. كُلُّ مَاثَبَتَ قِدَمُهُ اِسْتَحَالَ عَدَمُهُ۔

(ترجمہ:)"جس کے لئے قِدَم ثابت ہو اس پر عدم طاری نہیں ہوسکتا"۔

یعنی جو ہمیشہ سے ہے وہ ہمیشہ رہے گا کبھی فنا نہ ہوگا۔ جیسے ذات وصفاتِ تعالیٰ۔[2]

3. كُلُّ مَاجَازَ عَلَيْهِ عَدَمٌ اِسْتَحَالَ قِدَمٌ اَلْقِدَمُ يُنَافِي الْعَدَمَ۔

(ترجمہ:)"جس پر عدم وفنا ہوسکتی ہے اس کے لئے قِدَم وازلیت اور ہمیشگی محال ہے"۔

لہٰذا ایک شی ہمیشہ رہنے والی بھی ہو اور فنا ہونے والی بھی ہو یہ محال ہے۔[3]

---

(1) تہذیب شرح السنوسیۃ، ص38۔

(2) تہذیب شرح السنوسیۃ، ص88۔

(3) النبراس، ص91۔

4. مَا لَازِمُ الْحَادِثِ لَابُدَّ اَنْ یَکُوْنَ حَادِثاً۔ (1)

(ترجمہ:) "حادث کو جو لازم ہوتی ہے وہ بھی حادث ہوتی ہے"۔

یہ اللہ تعالیٰ سے نقائص، مشابہت اور تجسیم کی نفی میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً جسم حادث وفانی ہے تو اس کو حرکت وسکون لازم ہے، لہذا حرکت وسکون بھی حادث وفانی ہے۔

5. لَمَّا ثَبَتَ اِنْتِفَاءُ الْجِسْمِیَّۃِ ثَبَتَ اِنْتِفَاءُ لَوَازِمِھَا۔

(ترجمہ:) "جب اللہ تعالیٰ کے لئے جسمیت کی نفی ثابت ہوگئی تو اس کے لوازمات کی نفی بھی ثابت ہوگئی"۔

مثلاً اللہ تعالیٰ جسم نہیں تو اس کے لیے جہات وحدود بھی نہیں۔ (2)

6. اَلْمَقْدُوْرُ الْوَاحِدُ لَایَدْخُلُ تَحْتَ قُدْرَتَیْنِ مُسْتَقِلَّیْنِ۔ (3)

(ترجمہ:) "ایک مقدور دو مستقل قدرتوں کے تحت نہیں آسکتا"۔

یعنی ایک شی کے دو خالق نہیں ہوسکتے۔

7. عَدَمُ الْوَاجِبِ مَحَالٌ بِالضَّرُوْرَۃِ۔ (4)

(ترجمہ:) "واجب کا نہ ہونا محال ہے یقیناً"۔

یعنی واجب کبھی منتفی نہیں ہوسکتا، وگرنہ قلبِ حقیقت لازم آئے گا۔

8. کُلُّ مَا یَسْتَلْزِمُ الْمَحَالَ مَحَالٌ۔ (5)

(ترجمہ:) "جو محال کو مستلزم ہو وہ بھی محال ہوتی ہے"۔

---

(1) حاشیۃ تہذیب شرح السنوسیۃ، ص83۔

(2) المعتقد، ص151۔

(3) شرح العقائد، ص213؛ النبراس، ص180۔

(4) النبراس، ص91۔

(5) النبراس، ص105۔

مثلاً دو خدا فرض کرنے سے محالات لازم آتے ہیں لہذا دو خدا فرض کرنا ہی محال ہے۔

9. کُلُّ مَا یَقْبَلُ التَّغَیُّرُ فَھُوَ حَادِثٌ۔[1]

(ترجمہ:)"جو چیز تغیّر اور تبدّل قبول کرتی ہو وہ حادث وفانی ہے"۔

جیسے یہ جہان اور اس کی ہر ہر شئی میں تغیر وتبدل ہوتا ہے لہذا یہ بالآخر فنا ہوجائے گی۔

10. کُلُّ مُحْتَاجٍ اِلَی الْغَیْرِ فَھُوَ مُمْکِنُ الْوُجُوْدِ۔[2]

(ترجمہ:)"جو غیر کا محتاج ہو وہ ممکن الوجود ہوتا ہے"۔

یعنی ہر جو چیز غیر کی محتاج ہوگی وہ یقیناً پہلے معدوم تھی پھر وجود میں آئی۔

11. کُلُّ حَادِثٍ فَلَہٗ سَبَبٌ۔[3]

(ترجمہ:)"ہر حادث وفانی کے لئے سبب کا ہونا ضروری ہے"۔

یعنی اس جہاں کی کوئی بھی چیز خود بخود وجود میں نہیں آسکتی بلکہ اس کا سبب حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ ضرور ہے۔

12. اَلْجَمْعُ بَیْنَ الضِّدَّیْنِ مَحَالٌ۔

(ترجمہ:)"ضدین کا جمع ہونا محال"۔

یعنی انسان حادث بھی ہو اور قدیم بھی ہو یہ محال ہے؛ کیونکہ حدوث وقِدَم ضدیں ہیں ان کا جمع ہونا محال ہے۔

13. اَلدَّوْرُ وَالتَّسَلْسُلُ بَاطِلَانِ۔

(ترجمہ:)"دَور اور تسلسل دونوں باطل ہیں"۔

---

(1) النبراس،ص267۔

(2) شرح الفقہ الاکبر،ص335۔

(3) الاقتصاد للغزالی،ص20۔

ان کی مثالیں گزر چکی ہیں۔

14۔ التَّرْجِيحُ مِنْ غَيْرِ مُرَجِّحٍ مَحَالٌ۔ [1]

(ترجمہ:) "ترجیح بغیر وجہِ ترجیح کے باطل ہے"۔

حدوثِ عالم کے دلائل میں اس کو استعمال کیا جاتا ہے کہ جہان کا وجود اور عدم دونوں برابر ہیں، لہٰذا جہان پہلے معدوم تھا، اس کا وجود بغیر مرجِّح یعنی ترجیح دینے والے کے بغیر عدم پر کیسے ترجیح پا سکتا ہے؟ اور خود بخود وجود میں کیسے آ سکتا ہے؟!

(1) مسایرہ، ص30۔

المبحث الثالث:

الٰہیّات

اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی متعلق درج ذیل منہج کے مطابق تفصیل بیان کی جائے گی۔

عقائد کی تفصیل کا منہج

(1) عقیدہ
(2) جس کے متعلق عقیدہ بیان ہوگا اس کا لغوی معنیٰ۔
(3) اصطلاحی معنیٰ۔
(4) دلیل نقلی۔
(5) دلیل عقلی۔
(6) فی زمانہ اس کی تطبیق۔

نوٹ: علم العقیدہ والکلام میں بنیادی تقسیم دو طرح کی ہوتی ہے۔

(1) عقلیات۔
(2) سمعیات۔

عقلیات میں عموماً الٰھیّات اور نبوّات کے متعلق تفصیلات بیان کی جاتی ہیں۔
سمعیات میں حشر، نشر، امورِ آخرت اور فروعِ عقائد کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔
ہم اپنے اس مختصر کتاب میں صرف عقلیات ذکر کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کے حق میں واجبات کی تفصیل

اللہ تعالیٰ کے لئے جو چیزیں واجب ہیں ان میں سے بعض کی تفصیل بیان کی

جائے گی؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کمالات وجمالات کی انتہاء نہیں ہے۔مگر ایک مسلمان کے لئے جن صفات پر پختہ ایمان رکھنا ضروری ہے اور اسی طرح جن پر تفصیلاً ایمان رکھنا واجب ہے ان سب کا جاننا بھی ضروری ہے۔اس کے علاوہ اللہ تعالی کے جتنے کمالات ہیں کہ جن کی کوئی انتہا نہیں ان پر اجمالاً ایمان رکھنا واجب ہے اور ان کی تفصیل جاننا واجب نہیں ہے۔(1)

ذات وصفاتِ باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کی صفات کی چار قسمیں ہیں:

(1) صفتِ نفسیہ: یعنی "وجودِ باری تعالیٰ"۔

(2) صفاتِ سلبیہ۔ یہ پانچ ہیں: 1)وحدانیت۔2) قِدَم۔ 3) بقاء۔ 4)مخالفت للحوادث۔5) قیام بنفسہ۔

(3) صفاتِ معانی، ان کو صفاتِ ثبوتیہ بھی کہتے ہیں۔ یہ آٹھ ہیں: 1) قدرت۔ 2)ارادہ۔3)علم۔4)حیات۔5) سمع۔6) بصر۔7) کلام۔8)تکوین۔

(4) صفاتِ معنویہ یہ ہیں: 1)صفتِ قدرت سے قدیر۔2)ارادہ سے مرید۔3)علم سے علیم۔4)حیات سے حیّ۔5) سمع سے سمیع۔6) بصر سے بصیر۔7) کلام سے متکلم۔8)تکوین سے مکوّن۔

صفات کے احکام:

صفاتِ سلبیہ: سلبیہ سلب سے بنا ہے، کہ جس میں نفی والا معنیٰ ہو،تو مذکورہ صفاتِ سلبیہ میں اللہ تعالیٰ سے پانچ چیزوں کی نفی کی جاتی ہے کہ مثلاً وہ "واحد" ہے یعنی متعدد نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں۔اسی طرح وہ "قدیم" ہے یعنی اس پر عدم وفنا کبھی طاری نہیں ہوا، وہ باقی ہے یعنی اس پر کبھی فنا طاری نہیں ہوسکتی، مخالف للحوادث ہے یعنی حوادث اور فنا ہونی والی چیزوں کے وہ مشابہ نہیں ہوسکتا، وہ قائم بنفسہ ہے یعنی اپنے قیام

(1) حاشیۃ الدسوقی علیٰ ام البراھین للسنوسی،ص84۔

میں غیر کا محتاج نہیں ہے۔[1]

صفاتِ معانی: ان کو صفات ثبوتیہ اور وجودیہ کہا جاتا ہے؛ کیونکہ یہ موجود اور متحقق ہیں، یہ ذات پر زائد ہوتی ہیں۔ لہٰذا ان کا تعلق امورِ اعتباریہ، احوال اور سلبیت سے نہیں ہوتا۔[2]

صفت نفسیہ: وجودِ باری تعالیٰ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا عین ہے یہ الگ سے کوئی صفت یا ذات پر زائد نہیں ہے۔

صفات معنویہ: صفاتِ معانی کے مصداق کا نام صفاتِ معنویہ ہے یعنی صفتِ "علم" اللہ تعالیٰ پر صادق آرہی ہے تو اللہ تعالیٰ علیم ہے، صفت "قدرت" اللہ تعالیٰ پر صادق آرہی ہے تو اللہ تعالیٰ قدیر ہے۔ یعنی صفاتِ معنویہ الگ سے کوئی صفات یا زائد نہیں ہیں۔[3]

صفتِ نفسیہ

اللہ تعالیٰ کی صفتِ نفسیہ صرف ایک ہے اور وہ ہے: "وجودِ باری تعالیٰ"۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ کی ذات واجب الوجود ہے۔ وہ اپنے وجود میں کسی دوسرے کا محتاج نہیں بلکہ اس کی ذات وصفات کے علاوہ ہر شی اسی کی محتاج ہے۔

لغوی معنیٰ: واجب الوجود: جس کا وجود واجب ہو، کبھی معدوم نہ ہو۔

اصطلاحی معنیٰ: إِنَّهُ قَائِمٌ بِذَاتِهِ غَيْرُ مُحْتَاجٍ فِيْ وُجُوْدِهٖ إِلٰى غَيْرِهٖ مَعَ احْتِيَاجِ الْكُلِّ إِلَيْهِ.[4]

---

(1) حاشیۃ الدسوقی علیٰ شرح ام البراھین، ص 84؛ تہذیب شرح السنوسیۃ، ص 35 مع حاشیتہ، ص32۔

(2) ابکارالافکار، 3/409؛ شرح عقیدۃ الکبریٰ للسنوسی، ص165۔

(3) نظم الفرائد لشیخی زادہ، ص5۔

(4) کشاف اصطلاحات الفنون، 1/650؛ دستور العلماء، 3/298۔

(ترجمہ:)"واجب الوجود جو قائم بذاتہ ہو یعنی اپنے وجود میں غیر کا محتاج نہ ہو، جبکہ تمام مخلوقات اسی کی محتاج ہو"۔

دلیل نقلی

قرآن: اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ۔[1]

(ترجمہ:)"اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے"۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰہَ خَالِقُ کُلِّ صَانِعٍ وَصَنْعَتِہٖ۔[2]

(ترجمہ:)"اللہ تعالیٰ ہر کاریگر اور ہر کاری گری کا خالق ہے"۔

دلیل عقلی

(1) امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ کے پاس ایک دہریہ آیا اور کہنے لگا: یہ جہان خود بخود چل رہا ہے۔ آپ نے فرمایا آؤ دریا کے اُس پار چل کر بات کرتے ہیں، آپ دونوں کشتی میں بیٹھ گئے۔ دہریہ ملاح کو بلانے لگا۔ آپ نے فرمایا: یہ کشتی خود بخود چلے گی، اس کو بلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ کہنے لگا: یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ تو عقلاً ناممکن ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا: یہ چھوٹی سی کشتی بغیر ملاح کے نہیں چل سکتی تو اتنا بڑا جہان جو ہماری عقل سے باہر ہے وہ چلانے والے کے بغیر کیسے چل رہا ہے؟![3]

(2) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ نے فرمایا: ایک مضبوط قلعہ ہو، اتنا مضبوط کہ اس میں ایک سوئی کے ناکے کے برابر بھی سوراخ نہ ہو، اس قلعے کا بیرونی حصہ چاندی کی طرح سفید ہو، اندرونی حصہ سونے کی طرح گولڈن ہو۔ اس میں سے

---

(1) الزمر، آیت :62۔

(2) المستدرک للحاکم، الرقم (85)، 1/85۔

(3) شرح الطحاویہ لبابرتی، ص3028۔

ایک ایسی جاندار چیز دیواریں توڑ کر سر باہر نکال کر آئے کہ جو سنتی بھی ہو دیکھتی بھی ہو۔ یہ ایک صانع اور مالک ومختار کے بغیر کیسے ہوسکتا ہے؟! وہ صانع اللہ تعالیٰ کی ذات مبارکہ ہے اور وہ قلعہ "انڈہ" ہے۔ (1)

(3) امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ نے فرمایا: مختلف آوازیں، مختلف نغمے، مختلف زبانیں رب کی قدرت کے نشان ہیں۔ بلکہ آج کی تحقیق کے مطابق پوری عالمِ انسانیت کے مختلف فنگر پرنٹس، مختلف آنکھوں کی پتلیاں بھی رب کی قدرت کی عظیم نشانیاں ہیں۔ (2)

(4) ایک دیہاتی سے پوچھا کہ تیرے پاس رب کی دلیل ہے؟ اس نے کہا: راستے میں اگر لید ہوتو یہ اونٹ کے گزرنے کا پتہ دیتی ہے۔ اگر گوبر ہوتو گدھے کے گزرنے کی نشانی ہے۔ قدم کے آثار کسی گزرنے والے کی علامت ہے۔ تو یہ کئی برجوں پر مشتمل آسمان، یہ مختلف رنگ برنگی زمین، ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر کیا رب وحدہ لا شریک کی نشانیاں نہیں ہیں؟! (3)

(5) طبیب نے یوں جواب دیا: شہد کی مکھی کہ ایک طرف سے میٹھا شہد نکلتا ہے اور دوسری طرف سے کڑوا زہر نکلتا ہے (جب وہ ڈنگ مارتی ہے)۔ (4)

(6) ایک بڑھیا چرخہ کات رہی تھی، ایک ملحد نے اس سے اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی معقول دلیل مانگی، بڑھیا نے چرخہ چلانا چھوڑ دیا اور پوچھا کہ اب یہ چرخہ کیوں نہیں چلتا؟ ملحد نے فوراً کہا کہ تم نے چرخہ چلانا چھوڑ دیا ہے۔ بڑھیا نے کہا: جب ایک چرخہ بغیر کسی کے چلانے کے نہیں چل سکتا تو اس قدر عظیم نظامِ قدرت زمین

---

(1) ایضاً۔

(2) ایضاً۔

(3) ایضاً۔

(4) شرح الطحاویہ لبابرتی، ص3028۔

وآسمان، سورج، چاند، ستارے وغیرہ بغیر کسی چلانے والے کے کس طرح چل سکتے ہیں؟!(1)

(7) جب کہا جاتا ہے کہ تشریف لائیے گا تو کہتے ہیں: "إن شاء الله"۔ دکھ درد میں کہتے ہیں: "ہائے اللہ"۔ ہر کام سے پہلے کہتے ہیں: "بسم الله"۔ اگر تعریف کرنی ہو تو کہتے ہیں: "سبحان الله"۔ پانی پلانے یا کھانا کھلانے پر کہتے ہیں: "جزاك الله"۔ بوقت ملاقات کہتے ہیں: "السلام علیکم و رحمة الله"۔ چھینک آئے تو کہتے ہیں: "الحمد لله"۔ اس کے جواب میں کہتے ہیں: "یرحمك الله، یھدیکم الله"۔ اظہارِ نفرت پر کہتے ہیں: "لا حول ولا قوۃ الا بالله"۔ گناہ کی معافی چاہیں تو کہتے ہیں: "استغفر الله"۔ قسم کھانے پر کہتے ہیں: "والله"۔ رخصت کرنے پر کہتے ہیں: "فی امان الله"۔ کسی سے مانگیں تو کہتے ہیں: "واسطے اللہ"۔ خیرات پر کہتے ہیں: "فی سبیل الله"۔ کسی بزرگ کو کہتے ہیں: "اھل الله، ولی الله"۔ صحابی کا نام آئے تو کہتے ہیں: "رضی الله"۔ بزرگ کا نام آئے تو کہتے ہیں: "رحمۃ الله"۔ کسی سے پناہ مانگیں تو کہتے ہیں: "اعوذ بالله"۔ خوش رو کو دیکھ کر کہتے ہیں: "تبارك الله"۔ خوبی دیکھ کر کہتے ہیں: "ما شاء الله"۔ غرضیکہ ہر طرف "اللہ ہی اللہ"۔(2)

نوٹ: یہ عام فہم انداز میں واقعات کی صورت میں عقلی دلائل ذکر کیے ہیں ورنہ علم الکلام کے خاص منہج کے مطابق دلائل مطوّلات میں ملاحظہ ہوں۔ ہاں صفاتِ باری تعالیٰ میں ان کے منہج کے مطابق دلائل عقلیہ آئیں گی۔

فی زمانہ: (1) مجوسی آگ کی پوجا کرتے ہیں۔ (2) ہندو، بدھ مت وغیرہ بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ (3) صابی ستارہ پرست ہیں۔ اسی طرح دنیا میں بہت سے مذاہب

(1) مخزنِ اخلاق لرحمت اللہ سبحانی، ص118۔

(2) ایضاً۔

ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا۔[1]

آج کے دور عیسائیوں کے تین بڑے فرقے کیتھولک، آرتھوڈکس اور پروٹسٹنٹ حضرت عیسیٰ کو خدا مانتے ہیں۔[2]

روافض کے بعض فرقے الوہیتِ حضرت علی کے قائل تھے۔[3]

دنیا میں تقریباً مذاہب ایسے ہیں کہ جن کے ذہنوں میں خدا(God) کا تصور کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے، مگر دہریت یعنی الحاد کا زیادہ زور اسی پر ہے کہ کوئی خدا نہیں کوئی گاڈ نہیں، یہ سارے توہمات وتخیلات ہیں، اور دنیا میں موویز وغیرہ کے ذریعے لوگوں کو اس طرف مائل کیا جارہا ہے۔ الامان والحفیظ۔

صفاتِ سلبیہ کی تفصیل

کل صفات سلبیہ پانچ (5) ہیں: 1) وحدانیت۔ 2) قِدَم۔ 3) بقاء۔ 4) مخالفت للحوادث۔ 5) قیام بنفسہ۔ ہر ایک کی تفصیل درج ہے۔

(1) وحدانیت

عقیدہ: اللہ تعالیٰ ایک ہے، اس کی ذات، صفات اور افعال میں کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ شرکت وشراکت سے پاک اور بے نیاز ہے۔

لغوی معنیٰ: وحدانیت: ایک ہونا۔

اصطلاحی معنیٰ: هِيَ نَفْيُ التَّعَدُّدِ فِي الذَّاتِ وَالصِّفَاتِ وَالْأَفْعَالِ۔[4]

(ترجمہ:) "اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور افعال میں تعدّد کی نفی کرنا"۔

---

(1) المعتقد، ص75۔

(2) تصورِ خدا النائیک، ص23؛ الادیان والفرق المعاصرہ لعبد القادر شیبہ، ص64، 78۔

(3) الادیان والفرق المعاصرہ، ص186۔

(4) تہذیب شرح السنوسیہ، ص41۔

دلیل نقلی

قرآن: وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ۔[1]

(ترجمہ:) "اور تمہارا معبود ایک معبود ہے"۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ۔[2]

(ترجمہ:) "اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اکائی کو پسند کرتا ہے"۔

دلیل عقلی

(1) اگر کوئی اور خدا ہوتا تو شمس وقمر، لیل ونہار، طلوع وغروب وغیرہ میں تبدیلی آتی کہ وہ اپنی طاقت وقدرت کا اظہار کرتا، مگر جب یہ سب ایک نظام کے مطابق چل رہے ہیں تو اس کا چلانے والا بھی ایک ہے۔[3]

(2) اللہ تعالیٰ ترکّب، جڑا ہوا ہونا، تجزیٔ، تقسیم اور کلی کہ اس کے تحت افراد ہوں سے پاک ہے، لہٰذا جب وہ ان تمام سے پاک ہے تو وہ واحد ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔[4]

فی زمانہ: یہودیوں کے نزدیک وہ خدا یک اور تنہا نہیں بلکہ اس کے کچھ شرکائے کار ہیں جن میں بعینہ اس کی صفات موجود ہیں۔[5]

ہندوؤں میں کثرت خدا کا تصور عام ہے، حتیٰ کہ ان کے معبودوں کی تعداد 330 کروڑ سے بھی زیادہ ہے، اور بہت سے ہندو اس کی تصدیق بھی کرتے ہیں۔ اور یہ ہمہ

---

(1) البقرۃ، آیت: 163۔

(2) سنن الترمذی، الرقم (453)، 1/576۔

(3) کتاب التوحید للماتریدی، ص 19۔

(4) کبریٰ الیقینیات للبوطی، ص 112۔

(5) یہودی مذہب لرضی الدین سید، ص 32۔

اوست یا کائنات پرستی کے قائل ہیں یعنی ہر شی کو مقدّس اور محترم سمجھنا ہے تبھی یہ ہر شی کی پوجا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جب کہ ان کی مقدس کتب ان کے عقیدہِ کثرتِ خدا کی نفی کرتی ہیں۔ (1)

سکھ کی کتاب آدی گرنتھ اپنے پیروکاروں کی وحدانیتِ خدا کی سختی سے تلقین کرتی ہے۔ (2)

جاپانی مذہب شنٹو ازم کے نزدیک تقریباً 80 کروڑ اور بعض کے نزدیک 800 کروڑ خدا ہیں، یعنی یہ کثرت پرستی کا مذہب ہے۔ اور سب سے بڑا معبود ان کا سورج ہے، اس کے علاوہ دیگر مظاہرِ قدرت کی بھی پوجا کرتے ہیں۔ (3)

چین میں بدھ مت مذہب والے 33 معبود کے قائل ہیں۔ اور خدا کے حلول کے بھی قائل ہیں۔ مگر اسی چین کے قدیم مذہب تاؤ ازم اور کنفیوشس اپنے اوائل میں توحید پر مبنی تھے۔ (4)

(2) قِدَم

عقیدہ: اللہ تعالیٰ قدیم ہے یعنی ہمیشہ سے ہے۔ اس کی ذات وصفات کی ابتداء نہیں ہے یعنی ایسا نہیں کہ اس کی ذات وصفات پہلے نہیں تھیں پھر وجود میں آئیں اور ان کی ابتداء ہوئی۔

لغوی معنیٰ: قِدَم: ابتداء نہ ہو۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَ اِنْتِفَاءُ الْعَدَمِ السَّابِقِ لِلْوُجُوْدِ۔ (5)

---

(1) تصورِ خدا، ص 9؛ الادیان والفرق المعاصرہ، ص 84؛ مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ لغلام رسول چیمہ، ص 130۔

(2) تصورِ خدا، ص 17۔

(3) مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، ص 348۔

(4) مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، ص 335، 338؛ الادیان والفرق المعاصرہ، ص 98، 99۔

(ترجمہ:) "کسی وجود کے متعلق اس بات کی نفی کرنا کہ اس پر کبھی عدم طاری ہوا تھا"۔

دلیل نقلی

قرآن: هُوَ الْأَوَّلُ۔ (1)

(ترجمہ:) "وہی اول ہے"۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ۔ (2)

(ترجمہ:) "تو ہی اول ہے، اور تجھ سے پہلے کوئی شئ نہیں"۔

دلیل عقلی

(1) اگر اللہ تعالیٰ کو قدیم نہ مانیں بلکہ حادث مانین تو ایک حادث دوسرے حادث کو پیدا نہیں کرسکتا۔ جیسا کہ اس پر قاعدہ عقلیہ گزر چکا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے باطل ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ بالاتفاق خالق ہے۔ (3)

(2) پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات واجب الوجود ہے، جو واجب الوجود ہو اس پر کبھی عدم طاری نہیں ہوسکتا، جس پر عدم طاری نہ ہو وہی قدیم ہوا کرتا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ذات بھی قدیم ہے۔

نوٹ: فلاسفہ کے نزدیک اور آٹھویں صدی ہجری میں ایک شخص گزرا جس کے نزدیک اللہ تعالیٰ ذات وصفات کے علاوہ دیگر اشیاء مثلاً فلک وغیرہ بھی قدیم ہوسکتی ہیں، جبکہ یہ سرے سے باطل ہے اور لادینیت ہے۔

---

(1) الحدید، آیت:3۔

(2) سنن ابی داود، الرقم (5051)، 4/312

(3) بقاء

عقیدہ: اللہ تعالیٰ کی ذات باقی ہے، ہمیشہ رہنے والی ہے۔اس پر کبھی فنا طاری نہیں ہوگی۔

لغوی معنیٰ: بقاء: باقی رہنا۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَ اِنْتِفَاءُ الْعَدَمِ اللَّاحِقِ لِلْوُجُوْدِ۔ (1)

(ترجمہ:)"کسی وجود کے متعلق اس بات کی نفی کرنا کہ اس پر عدم طاری ہوگا"۔

دلیل نقلی

قرآن: وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔ (2)

(ترجمہ:)"اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا"۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ۔ (3)

(ترجمہ:)"اور تو آخر ہے پس تیرے بعد کوئی شی نہیں"۔

دلیل عقلی

(1) قاعدہ گزر چکا ہے کہ جس کے لیے قدم ثابت ہو اس پر بعد میں بھی کبھی عدم وفنا طاری نہیں ہوسکتی، جب اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے "قدم" ثابت ہو چکا ہے تو بقاء بھی ماننا پڑے گا۔ (4)

(2) اگر اس پر عدم طاری ہوجائے تو یہ باطل ہے کیونکہ وہ ہر شی کا موجِد ہے لہذا اگر وہ

---

(1) تہذیب شرح السنوسیہ، 37۔

(2) الرحمٰن، آیت: 27۔

(3) سنن ابی داؤد، الرقم (5051)، 4/312۔

(4) تہذیب شرح السنوسیہ 88؛ المعتقد، ص 76۔

منعدم ہوگیا تو وہ اشیاء کا موجِد نہیں بن سکتا حالانکہ اسی کا موجِد ہونا ثابت ہو چکا ہے تو ماننا پڑے گا کہ اس پر عدم طاری نہیں ہوسکتا۔ (1)

(4) مخالفۃ للحوادث

عقیدہ: اللہ تعالیٰ مخلوقات میں سے کسی بھی شی کے مشابہ نہیں ہے بلکہ وہ ہماری عقل وفہم اور ادراک سے بلند وبالا ہے۔ اس کی ذات اور صفات کو کسی کے مشابہ قرار دینا کفر ہے۔

لغوی معنیٰ: مخالفۃ للحوادث: حادث (فانی) چیزوں کے مخالف ہونا۔

اصطلاحی معنیٰ: هِيَ نَفْيُ الْمُشَابَهَةِ فِي الذَّاتِ وَالصِّفَاتِ وَالْأَفْعَالِ۔ (2)

(ترجمہ:) "اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور افعال میں کسی بھی شی سے مشابہت کی نفی کرنا"۔

دلیل نقلی

قرآن: لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔ (3)

(ترجمہ:) "اس جیسا کوئی نہیں اور وہی سنتا دیکھتا ہے"۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ قَالَ لَمْ يَكُنْ لَهُ شَبِيهٌ وَلاَ عِدْلٌ وَلَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ۔ (4)

(ترجمہ:) "وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ اور نہ اس کا کوئی کفو (ہمسر) ہے، فرمایا: کفو یعنی اس کے مشابہ اور برابر کوئی نہیں ہے، اور نہ ہی اس جیسا کوئی ہے"۔

---

(1) مسامرہ لابی شریف مع مسایرہ، ص 36 بتصرف۔

(2) تہذیب شرح السنوسیہ، 38۔

(3) الشوریٰ، آیت: 11۔

(4) سنن الترمذی، الرقم (3364)، 5/308۔

دلیل عقلی

(1) اگر اللہ تعالیٰ حوادث یعنی مخلوقات میں سے کسی شی کے مشابہ اور مماثل ہے تو لامحالہ اللہ تعالیٰ کی ذات بھی حادث ہوگی، پھر اس کی ذات کے لئے قِدم اور واجب الوجود محال ہوگا جبکہ ہم اس کے لئے قِدم اور واجب الوجود ثابت کر چکے ہیں۔

(2) اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی مماثل ہے تو پھر جو اس کی مثل ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کی صفات جیسی صفات کا حامل ہوگا حالانکہ یہ محال ہے اس لئے کہ اس جیسا کوئی اور ہے ہی نہیں۔ (1)

فی زمانہ: یہودیوں کا خدا ایک ایسی مجسم ہستی ہے جسے رہنے کے لئے مکان کی ضرورت پڑتی ہے؛ کیونکہ وہ جسم رکھتا ہے، اسی لیے بنی اسرائیل کے بزرگوں اور شرفاء نے اسے اپنی آنکھوں سے بھی دیکھا تھا۔ (2)

اسی طرح وہ اللہ تعالیٰ کو اجسام وغیرہ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور یہ ان کی محرّف کتب میں ہے۔ (3)

ہندوؤں کی کتب خدا کے لئے مماثلت ومشابہت کی نفی کرتی ہیں مگر ان کے پیروکار اس کے برعکس ہر شی کو خدا سمجھتے ہیں۔ (4)

آج مسلمانوں میں بھی مجسمہ کی بہت بڑی تعداد موجود ہے۔ تفصیل آگے آئے گی۔

(5) قیام بنفسہ

عقیدہ: اللہ تعالیٰ خود بخود قائم ہے، اپنے وجود اور اپنے قیام میں کسی محل، جگہ اور کسی

(1) المعتقد، 86۔

(2) یہودی مذہب، ص 34۔

(3) الادیان والفرق المعاصرہ، ص 46۔

(4) تصورِ خدا، ص 9۔

مخصص (خاص کرنے والے) کا محتاج نہیں۔ باقی ہر شی اپنے وجود میں اُسی کی محتاج ہے۔

لغوی معنیٰ: قیامِ بنفسہٖ: اپنی ذات سے قائم ہونا۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَاِنْتِفَاءُ الْاِحْتِيَاجِ اِلَى الْمَحَلِّ وَالْمُخَصِّصِ۔ (1)

(ترجمہ:) "اللہ تعالیٰ سے محل اور مخصّص کے محتاج ہونے کی نفی کرنا"۔

دلیل نقلی

قرآن: يَاأَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللهِ وَاللهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ۔ (2)

(ترجمہ:) "اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج اور اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا"۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللّٰهُمَّ أَنْتَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ الْغَنِيُّ۔ (3)

(ترجمہ:) "اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی بے نیاز ہے"۔

دلیل عقلی

(1) اگر اللہ تعالیٰ کی ذات کو محل کا محتاج مانیں تو محل کا محتاج ہونا حدوث وفنا کی علامت ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ حدوث وفنا سے پاک ہے؛ کیونکہ محتاجی حدوث کی علامت ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کی ذات قائم بنفسہ ہے وہ کسی محل اور مخصص کی محتاج نہیں ہے۔ اگر اس کی ذات کو کسی کا محتاج مانیں تو ذات صفت بن جائے گی، کیونکہ اپنے قیام میں محتاجی صفت کا کام ہے نہ کہ ذات کا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ثابت ہوچکی ہے تو وہ

---

(1) تہذیب شرح السنوسیہ، 39۔

(2) الفاطر، آیت:15۔

(3) المستدرک للحاکم، الرقم (1225)، 1/476۔

صفت نہیں بن سکتی لہٰذا اس کا اپنے قیام میں غیر کا محتاج ہونا بھی باطل ہے۔ [1]

نوٹ: مجسمہ یعنی جو اللہ تعالیٰ کے لیے جسمیت کے قائل ہیں ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ عرش پر بلکہ اس کے اوپر کرسی ہے، اس پر بیٹھا ہے۔ اور آج بھی ان کے ماننے والے موجود ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ محل اور جگہ سے بے نیاز ہے۔

صفاتِ معانی کی تفصیل

اللہ تعالیٰ کے لئے صفاتِ معانی آٹھ ہیں:

(1) قدرت۔ (2) ارادہ۔ (3) علم۔ (4) حیات۔

(5) سمع۔ (6) بصر۔ (7) کلام۔ (8) تکوین۔

ان صفات کو صفاتِ ثبوتیہ بھی کہا جاتا ہے۔

(1) قدرت

عقیدہ: اللہ تعالیٰ ہر ممکن پر قادر ہے، کوئی ممکن اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔ محال کی نسبت قدرت کی طرف نہیں ہوسکتی مثلاً کہ وہ جھوٹ بولنے پر قادر ہے۔

لغوی معنیٰ: قدرت: قادر ہونا۔

اصطلاحی معنیٰ: اَلْقُدْرَةُ صِفَةٌ مُصَحِّحَةٌ لِصُدُوْرِ الْمَقْدُوْرِ۔ [2]

(ترجمہ:) "صفتِ قدرت مقدور کو صادر ہونے اور وجود میں آنے کے قابل بناتی ہے"۔

دلیل نقلی

قرآن: إِنَّ اللهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ [3]

(ترجمہ:) "بے شک اللہ تعالیٰ ہر شی پر قادر ہے"۔

---

(1) الارشاد للجوینی، ص39؛ المعتقد، ص86 بتصرف۔

(2) النبراس، ص153۔

(3) البقرۃ، آیت:20۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا مِائَةً إِلَّا وَاحِدَةً، مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ إِنَّهُ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ هُوَ اللّٰهُ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ الْمَلِكُ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ۔ (1)

(ترجمہ:) "بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں۔ جس نے ان کو یاد کیا وہ جنت میں داخل ہوا۔ بے شک وہ ایک ہے اور اکائی کو پسند کرتا ہے، وہ اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہی رحمن، رحیم، بادشاہ ہے۔۔۔۔۔ قادر ہے، قدرت دینے والا ہے"۔

دلیل عقلی

(1) اگر اللہ تعالیٰ کو قادر نہ مانیں بلکہ عاجز مانیں تو جہان کا نہ ہونا لازم آتا ہے، جب کہ یہ محال ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کو عاجز ماننا بھی محال ہے۔ (تہذیب شرح السنوسیہ، ص94)

(2) اگر اللہ تعالیٰ کی صفتِ قدرت نہ مانیں تو اس کا عاجز ہونا لازم آئے گا اور عجز عیب و نقص ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔

فی زمانہ: یہودی مذہب کے نزدیک خدا تھک جاتا ہے۔ "پھر چھ دن کی تخلیق کی محنت کے بعد اسے ساتویں دن آرام کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، گویا تھکن اور اضمحلال کی کمزوریوں کا بھی اس سے گہرا تعلق ہے"۔ (2)

بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ پر بھی قادر ہے اگرچہ بولے گا نہیں۔ یہ مسئلہ آئیگا۔

(2) تکوین

لغوی معنیٰ: تکوین: کرنا۔

---

(1) سنن الترمذی، الرقم (3507)، 5/411۔

(2) یہودی مذہب، ص32؛ الادیان والفرق المعاصرہ، ص46۔

اصطلاحی معنیٰ: هِيَ صِفَةٌ حَقِيقَةٌ هِيَ مَبْدَأُ الْإِضَافَةِ الَّتِيْ هِيَ إِخْرَاجُ الْمَعْدُوْمِ مِنَ الْعَدَمِ إِلَى الْوُجُوْدِ۔ [1]

(ترجمہ:) "تکوین حقیقی صفت ہے جو کسی بھی شی کو عدم سے وجود کی طرف لانے کی جائے ابتداء ہے"۔

دلیل نقلی

قرآن: إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔ [2]

(ترجمہ:) "اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کو چاہے تو اس سے فرمائے ہوجا وہ فوراً ہوجاتی ہے"۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ خَالِقُ كُلِّ صَانِعٍ وَصَنْعَتِهِ۔ [3]

(ترجمہ:) "اللہ تعالیٰ ہر کاریگر اور ہر کاری گری کا خالق ہے"۔

دلیل عقلی

(1) اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ خلاقِ عالَم ہے اور ازل میں بھی خالق تھا، خالق مشتق ہے اس کے لئے مأخذِ اشتقاق (مصدر) یعنی خَلْق وتخلیق کا ہونا ضروری ہے، لہٰذا خالق ازلی ہے تو خَلْق صفت بھی ازلی ہوگی اور یہ خَلْق تکوین کے افرا میں سے ہے، لہٰذا تکوین بھی ازلی ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

(2) جب خالق کے اطلاق کی وجہ سے تخلیق اور تکوین ثابت ہوگئ تو اگر ان کو حادث مانیں گے تو حادث کا قیام اللہ تعالیٰ کے ساتھ لازم آئے گا جبکہ یہ محال ہے۔ [4]

---

(1) شرح العقائد، ص 172؛ تہذیب شرح السنوسیہ وحاشیہ 80۔

(2) یس، آیت :82۔

(3) المستدرک للحاکم، الرقم (85)، 1/85۔

(4) شرح العقائد، ص 172۔

نوٹ: اشعری حضرات کے نزدیک ایجاد اور اِعدام صفتِ قدرت ہی کے ذریعے ہوتا ہے جبکہ ماتریدی حضرات کے نزدیک یہ صفتِ تکوین سے ہوتا ہے اور ان کے نزدیک صفتِ قدرت شی کو ایجاد کے قابل بناتی ہے۔

(3) اِرادہ

عقیدہ: اللہ تعالیٰ مرید ہے، ارادہ کرتا ہے، اس کے ارادے اور چاہت کے بغیر ایک ذرہ وجود میں نہیں آسکتا، جو وہ چاہے وہی ہوتا ہے اور اپنے ارادے میں وہ مختارِ کل ہے۔

لغوی معنیٰ: ارادہ: ارادہ کرنا، چاہنا۔

اصطلاحی معنیٰ: هِيَ صِفَةٌ أَزَلِيَّةٌ يَتَأَتَّى بِهَا تَخْصِيْصُ الْمُمْكِنِ بِبَعْضِ مَا يَجُوْزُ عَلَيْهِ عَلَى وَفْقِ الْعِلْمِ۔ (1)

(ترجمہ:) "ارادہ وہ صفتِ ازلی ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق ممکن کے احوال میں تخصیص ہوتی ہے"۔

مثلاً کیا چیز کون سے وقت میں ہوگی؟ اور کتنے وقت کے لیے ہوگی؟ اس طرح کی تخصیص ہر چیز میں صفتِ ارادہ کے ذریعے ہوتی ہے۔

دلیل نقلی

قرآن: فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ۔ (2)

(ترجمہ:) "ہمیشہ جو چاہے کر لینے والا"۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ، وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ۔ (3)

---

(1) تہذیب شرح السنوسیہ 45؛ شرح الطحاویہ للغنیمی، ص38۔

(2) البروج، آیت:16۔

(3) سنن ابی داود، الرقم (5075)، 4/319۔

(ترجمہ:)"جو اللہ نے چاہا وہ ہوا، جو نہ چاہا نہ ہوا"۔

دلیل عقلی

(1) جس کے لیے اختیار ثابت ہو اس کے لیے ارادہ بھی ثابت ہوگا وگرنہ وہ مجبوراً اپنے ارادے اور اختیار کے بغیر اشیاء ایجاد کر رہا ہوگا جبکہ یہ اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔[1]

(2) اللہ تعالیٰ ارادے کے ذریعے اَفعال کو اختیار کرتا ہے اگر اس کے پاس ارادہ ہی نہیں تو اختیار نہیں، اختیار نہیں تو وہ مجبورِ محض ہے اور جو مجبور ہو خدا نہیں جبکہ یہ باطل ہے۔ پھر مجبور ہونا عیب ہے اور اللہ تعالیٰ عیب سے پاک ہے۔

نوٹ: یہ ذہن نشین رہے کہ ارادہ اور امر و رضا میں فرق ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہر شی کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے مگر ہر اس شی کے کرنے کا حکم دینے اور کرنے پر راضی نہیں ہوتا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خنزیر وجود میں آیا مگر خنزیر کے کھانے کا حکم نہیں دیا۔ اسی طرح برائی کو پیدا اللہ تعالیٰ نے کیا ہے مگر اس کے کرنے کا حکم نہیں دیا اور نہ ہی اس کے کرنے سے راضی ہے۔

(4)علم

عقیدہ: اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ہے، ازلی ہے، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اس میں کمی بیشی محال ہے، کلیات اور جزئیات ہر شی کا علم ہے، واجبات، محالات اور جائزات کا بھی علم ہے۔

لغوی معنیٰ: علم: جاننا، معلوم ہونا۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَ صِفَةٌ أَزَلِيَّةٌ يَنْكَشِفُ بِهَا لِلّٰهِ كُلُّ مَعْلُوْمٍ عَلَىٰ مَا هُوَ اِنْكِشَافاً لَا يَحْتَمِلُ النَّقِيْضَ بِوَجْهٍ مِنَ الْوُجُوْهِ۔[2]

(ترجمہ:)"علم وہ صفت ازلی ہے کہ جس کے ذریعے ہر معلومات اللہ تعالیٰ

---

(1) کتاب التوحید للماتریدی، ص 37۔

(2) تہذیب شرح السنوسیہ، ص 50۔

پر منکشف ہوئی بغیر کسی نقیض (ضد) کے احتمال کے"۔

دلیل نقلی

قرآن: وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔[1]

(ترجمہ:)"اور اللہ ہر چیز جانتا ہے"۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا مِائَةً إِلَّا وَاحِدَةً، مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ إِنَّهُ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ هُوَ اللّٰهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ، الرَّحِيمُ الْمَلِكُ الْعَلِيمُ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ۔[2]

(ترجمہ:)"بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں۔جس نے ان کو یاد کیا وہ جنت میں داخل ہوا۔ بے شک وہ ایک ہے اور اکائی کو پسند کرتا ہے، وہ اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہی رحمن، رحیم، بادشاہ ہے۔۔۔۔۔ جانتا ہے، باریک بین ہے، خبر رکھتا ہے"۔

دلیل عقلی

(1) اللہ تعالیٰ کا مُوجِد ہونا اور صانع ہونا ثابت ہوگیا تو پھر اِس جہان کی کمال کی حسنِ ترتیب و تنظیم علم کے بغیر ممکن نہیں۔ یعنی مُوجِد اور صانع اگر عالم نہیں تو وہ مُوجِد اور صانع ہی نہیں ہوسکتا۔[3]

(2) اگر صفتِ علم نہ مانیں تو جہل لازم آئے گا، جبکہ جہل عیب ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے۔

---

(1) النساء، آیت:176۔

(2) سنن الترمذی، الرقم (3507)، 5/11۔

(3) کتاب التوحید للماتریدی، ص 38؛ شرح العقیدۃ الکبریٰ، ص 140؛ ابکار الافکار للآمدی، 1/329۔

فی زمانہ: آج کے دور کے یہودی مذہب کے نزدیک "خدا قادر مطلق تو ہے مگر حکیم مطلق نہیں ہے کہ خدا جو عملِ تخلیق میں مصروف ہے اسے اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں اس تخلیق میں خلافِ منشا نتائج برآمد نہ ہوجائیں، چنانچہ تخلیق کے بعد وہ اپنی تخلیق کا مطالعہ کرتا ہوا پایا جاتا ہے، جب نتائج حسبِ منشا برآمد ہوتے ہیں تب جاکر وہ مطمئن ہوتا ہے"۔ (1)

(5) حیات

عقیدہ: اللہ تعالیٰ زندہ ہے، اس پر موت، اونگھ، نیند وغیرہ جیسی چیزیں محال ہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا، اس پر کبھی فنا نہیں۔

لغوی معنیٰ: حیات: زندہ۔

اصطلاحی معنیٰ: هِيَ صِفَةٌ أَزَلِيَّةٌ تُصَحِّحُ لِمَنْ قَامَتْ بِهِ أَنْ يَتَّصِفَ بِصِفَاتِ الْإِدْرَاكِ۔ (2)

(ترجمہ:) "حیات وہ صفتِ ازلی ہے کہ یہ اس ذات کے لئے ثابت ہوتی ہے جو صفاتِ ادراک (سمع، بصر، علم) کے ساتھ متصف ہو"۔

یعنی جس کے لئے سمع، بصر اور علم ہوگا وہ زندہ اور حیات ہوگی، اور اللہ تعالیٰ کی حیات ازلی ہے دائمی ہے۔

دلیل نقلی

قرآن: وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ۔ (3)

(ترجمہ:) "اور بھروسہ کرو اس زندہ پر جو کبھی نہ مرے گا"۔

---

(1) یہودی مذہب، ص 32؛ الادیان والفرق المعاصرہ، ص 47؛ مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، ص 407۔

فی زمانہ: آج کے دور کے یہودی مذہب کے نزدیک "خدا قادر مطلق تو ہے مگر حکیم مطلق نہیں ہے کہ خدا جو عملِ تخلیق میں مصروف ہے اسے اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں اس تخلیق میں خلافِ منشا نتائج برآمد نہ ہوجائیں، چنانچہ تخلیق کے بعد وہ اپنی تخلیق کا مطالعہ کرتا ہوا پایا جاتا ہے، جب نتائج حسبِ منشا برآمد ہوتے ہیں تب جاکر وہ مطمئن ہوتا ہے"۔ (1)

(5) حیات

عقیدہ: اللہ تعالیٰ زندہ ہے، اس پر موت، اونگھ، نیند وغیرہ جیسی چیزیں محال ہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا، اس پر کبھی فنا نہیں۔

لغوی معنیٰ: حیات: زندہ۔

اصطلاحی معنیٰ: هِيَ صِفَةٌ أَزَلِيَّةٌ تُصَحِّحُ لِمَنْ قَامَتْ بِهِ أَنْ يَتَّصِفَ بِصِفَاتِ الْإِدْرَاكِ۔ (2)

(ترجمہ:) "حیات وہ صفتِ ازلی ہے کہ یہ اس ذات کے لئے ثابت ہوتی ہے جو صفاتِ ادراک (سمع، بصر، علم) کے ساتھ متصف ہو"۔

یعنی جس کے لئے سمع، بصر اور علم ہوگا وہ زندہ اور حیات ہوگی، اور اللہ تعالیٰ کی حیات ازلی ہے دائمی ہے۔

دلیل نقلی

قرآن: وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ۔ (3)

(ترجمہ:) "اور بھروسہ کرو اس زندہ پر جو کبھی نہ مرے گا"۔

---

(1) یہودی مذہب، ص 32؛ الادیان والفرق المعاصرہ، ص 47؛ مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، ص 407۔

جدا ہے"۔

دلیل نقلی

قرآن: وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔ [1]

(ترجمہ:) "وہ سنتا دیکھتا ہے"۔

حدیث: صحیح البخاری میں ہے:

عَنْ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكُنَّا إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَى وَادٍ، هَلَّلْنَا وَكَبَّرْنَا ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُنَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ، فَإِنَّكُمْ لاَ تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلاَ غَائِبًا، إِنَّهُ مَعَكُمْ إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ، تَبَارَكَ اسْمُهُ وَتَعَالَى جَدُّهُ۔ [2]

(ترجمہ:) "حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں کہا کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ جب ہم کسی وادی میں اترتے تو لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہتے اور ہماری آواز بلند ہوجاتی اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اپنی جانوں پر رحم کھاؤ، کیوں کہ تم کسی بہرے یا غائب خدا کو نہیں پکار رہے ہو۔ وہ تو تمہارے ساتھ ہی ہے۔ بے شک وہ سننے والا اور تم سے بہت قریب ہے۔ برکتوں والا ہے۔ اس کا نام اور اس کی عظمت بہت ہی بڑی ہے"۔

دلیل عقلی

(1) اگر اللہ تعالیٰ ان صفات کے ساتھ متصف نہیں تو ان کی ضد کے ساتھ متصف ہوگا، ان کی ضد بہرا ہونا اور اندھا ہونا ہے، جبکہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ پر محال ہیں۔

(2) سمع اور بصر کمالات میں سے ہیں اور ہر کمال جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے لائق ہے وہ اس کے لیے ثابت ہے۔

نوٹ: یہ ذہن نشین رہے کہ سماعت وبصارت اور کلام کے لیے وہ آلات وغیرہ کا محتاج نہیں ہے جیسا کہ ہماری سماعت کے لیے کان اور اس کی بناوٹ اور آواز کی متحمل ہوا کا کان کی گہرائی میں پہنچنا ضروری ہے۔ اسی طرح دیکھنے کے لیے چیز کا ایک مخصوص فاصلے پر ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ اِن سب چیزوں سے پاک ہے۔

(8) کلام

عقیدہ: اللہ تعالیٰ کلام فرماتا ہے، اس کے کلام کے مشابہ کوئی دوسرا کلام نہیں ہوسکتا ہے، اس کا کلام تجزیٔ وتقسیم، کل جز اور سکوت وغیرہ کے منافی ہے۔ اسی طرح کلام فرمانے میں وہ آلات اور جوارح واعضاء کا محتاج نہیں ہے۔

لغوی معنیٰ: کلام: گفتگو۔

اصطلاحی معنیٰ: هُوَ الْمَعْنَى الْقَائِمُ بِالذَّاتِ، الْمُعَبَّرُ عَنْهُ بِالْعِبَارَاتِ الْمُخْتَلِفَاتِ، الْمُبَايِنُ لِجِنْسِ الْحُرُوفِ وَالْأَصْوَاتِ، الْمُنَزَّهُ عَنِ التَّقْدِيْمِ وَالتَّأْخِيْرِ وَالْكُلِّ وَالْبَعْضِ وَاللَّحْنِ وَالْإِعْرَابِ وَسَائِرِ أَنْوَاعِ التَّغَيُّرَاتِ الْمُتَعَلِّقِ بِمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ الْعِلْمُ مِنَ الْمُتَعَلَّقَاتِ۔ [1]

(ترجمہ:) "صفت کلام وہ معنیٰ ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے، جس کو مختلف عبارات کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے، وہ کلام حروف اور آوازوں سے جدا ہے، تقدم، تاخر، کل، بعض، لحن، اعراب اور ہر قسم کے وہ تغیرات جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں، سے پاک ہے"۔

(1) تہذیب شرح السنوسیہ، ص53۔

دلیل نقلی

قرآن: وَكَلَّمَ اللهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا۔[1]

(ترجمہ:) "اور اللہ نے موسیٰؑ سے کلام فرمایا"۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَسَيُكَلِّمُهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَيْسَ بَيْنَ اللهِ وَبَيْنَهُ تُرْجُمَانٌ۔[2]

(ترجمہ:) "نہیں ہے تم میں سے کوئی ایک مگر عنقریب اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن کلام کرے گا، بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا"۔

دلیل عقلی

(1) اگر اللہ تعالیٰ صفتِ کلام سے متصف نہیں تو اس کی ضد گونگے پن سے متصف ہوگا، گونگا پن عیب ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔

(2) عالم اور قادر اگر کلام نہ کر سکے تو یہ نقص اور عیب ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔[3]

اختلاف

جو لکھا ہوا ہے وہ کلامِ قدیم ہے اگرچہ لکھنا حادث ہے، جو پڑھا جا رہا ہے وہ کلامِ قدیم ہے اگرچہ پڑھنا حادث ہے۔ جو سینوں میں محفوظ ہے وہ کلامِ قدیم ہے اگرچہ محفوظ کرنا، یاد کرنا حادث ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی صفتِ باری تعالیٰ کے ظہور کی صورتیں مختلف ہیں مگر جن جن صورتوں میں ظاہر ہوا وہ سب قدیم ہے۔

---

(1) النساء، آیت: 164۔

(2) صحیح البخاری، الرقم (6539)، 8/112۔

(3) کتاب التوحید للماتریدی، ص 46۔

متاخرین نے کلامِ باری تعالیٰ کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ اور یہ تفہیم اور آسانی کے لیے بہتر ہے۔

کلام نفسی: وہ معنیٰ ہے جو حروف، اَلفاظ، اَصوات اور آلات وجوارح سے پاک ہوتا ہے۔

کلام لفظی: یہ حروف، الفاظ، اَصوات اور آلات وجوارح پر مشتمل ہوتا ہے۔

کلام نفسی کی مثال یہ ہے کہ بندہ جو دل میں کلام کرتا ہے، اس کے لیے کہا جاتا ہے کہ "تو اپنے من میں، دل ہی دل میں کچھ کہہ رہا ہے"۔

یہی تقسیم اللہ تعالیٰ کے کلام پاک کے متعلق ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ لوحِ محفوظ میں جو کلام ہے، جبریل امین کے پاس جو کلام تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کلام نازل ہوا اور ہمارے خیالوں میں جو محفوظ ہے، زبان سے پڑھتے ہیں اور جو تحریر کرتے ہیں یہ سب کے سب کلام لفظی اور حادث ہیں۔ یہ تمام جس معانی پر دلالت کرتے ہیں اس کو کلامِ نفسی قدیم اور اللہ تعالیٰ کی صفت کہا جاتا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ کے حق میں محالات کی تفصیل

اللہ تعالیٰ کے لئے جو چیزیں محال ہیں ان میں سے بعض کی تفصیل بیان کی جائے گی؛ کیونکہ محالات کی کوئی انتہاء نہیں ہے۔

اسی طرح اوپر ہم نے صفاتِ سلبیہ اور صفات معانی جو بیان کیں ان سب کی اضداد اللہ تعالیٰ پر محال ہیں۔ ذیل میں چند ایک محالات ذکر کیے جارہے ہیں تاکہ دیگر محالات کی بھی اللہ تعالیٰ سے نفی کی جاسکے۔

الفاظِ متشابہات

الفاظِ متشابہات (ید، وجہ، عین، اصبع، ساق، قدم، یمین، نزول، استواء وغیرہ) قرآن واحادیث میں وارد ہوئے ہیں۔ ان الفاظِ متشابہات کے لغوی معانی یہ ہیں: ہاتھ،

(1) المعتقد، ص108۔

چہرا، آنکھ، انگلی، پنڈلی، پاؤں، دائیں طرف، اترنا، بیٹھنا، ٹھہرنا وغیرہ۔

بظاہر ان الفاظ اور بالخصوص ان کے معانی سے ظاہر ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہاتھ، چہرا، آنکھ، انگلی وغیرہ ثابت ہیں۔ اگر ان کو ثابت مانیں تو پھر جسمیت وحدوثیت لازم آئے گی، اور یہ اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

لہٰذا متقدمین کے مذہب کے مطابق یہ عقیدہ رکھیں گے کہ یہ الفاظ متشابہات میں سے ہیں لہذا ان کے معانی کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

متأخرین کے مذہب کے مطابق کسی صحیح معنیٰ پر محمول کردیں گے۔ (1)

جیسے ید سے مراد قدرت، وجہ سے مراد ذات وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ جسمانیت، جہت، مکان وزمان سے پاک ہے

عقیدہ: اللہ تعالیٰ جسم وجسمانیت، حرکت وسکون، حیز ومکان، جواہر واَعراض، زمان، جزئیت وبعضیت، تجزیٔ وتقسیم، مرکب، اَعضاء وجوارح، شکل وصورت وغیرہ تمام حوادثات سے پاک، منزہ، بلند وبالا، ارفع اور اعلیٰ ہے۔

دلیل نقلی

لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَىۡءٌ ‌ۚ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ۔ (2)

(ترجمہ:) "اس جیسا کوئی نہیں اور وہی سنتا دیکھتا ہے"۔

وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ (3)

(ترجمہ:) "اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی"۔

فَلَا تَضۡرِبُوۡا لِلّٰهِ الۡاَمۡثَالَ۔ (4)

(1) مسایرہ، ص 44؛ المعتقد، ص 157۔

(2) الشوریٰ، آیت 11۔

(3) الاخلاص، آیت 4۔

(4) النحل، آیت 74۔

(ترجمہ:) "تو اللہ کے لئے مانند نہ ٹھہراؤ"۔

دلیل عقلی

(1) اللہ تعالیٰ جسم وجسمانیت سے پاک ہے؛ کیونکہ جسم کم از کم دو جوہروں سے مرکب ہوتا ہے، جب اللہ تعالیٰ کی ذات جوہر نہیں تو جسم بھی نہیں ہوسکتی۔

(2) اگر جسم مانیں تو مقدار ماننی پڑے گی، پھر اس کا جسم چھوٹا ہوگا یا بڑا، صغر اور کبر کے لئے مخصِّص کا ہونا ضروری ہے، پھر اللہ تعالیٰ کی ذات کسی مخصِّص کی محتاج ہوگی، جبکہ محتاجی اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔لہٰذا جسم وجسمانیت بھی محال ہے۔

(3) جہت جوہر اور جسمیت کے ساتھ مختص ہے جب اللہ تعالیٰ پر جوہر اور جسمیت دونوں محال ہیں تو جہت بھی اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟

جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جسم وجسمانیت، زمان ومکان سے پاک ہے، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ وہ نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں ہے تو کہاں ہے؟

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ "اللہ تعالیٰ جہان میں نہ داخل ہے اور نہ اس سے خارج ہے"۔(1)

ذیل میں ہم اس مسئلہ کہ "اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟" کی صرف تفہیم کے لئے نہ کہ نعوذ باللہ تمثیل کے لئے کچھ مثالیں ذکر کررہے ہیں۔

(1) چیونٹی زید کی انگلی پر ہے تو اس سے پوچھیں کیا زید موجود ہے؛ یا ہر جگہ موجود ہے؟ تو وہ کہے گی ہاں زید موجود ہے اور ہر جگہ ہے لیکن وہ اس چیونٹی والی جگہ میں ہرگز نہیں۔اسی طرح اگر چیونٹی ہتھیلی میں ہے تب بھی وہ جواب دے گی کہ زید ہر جگہ ہے؛ کیونکہ چیونٹی زید کے قبضے اور مٹھی میں ہے۔وہ تو کہے گی کہ زید نے میرا احاطہ کیا ہوا ہے، وہ ہر جگہ موجود ہے نہ کہ اس چیونٹی والی جگہ میں۔

---

(1) دفع شبہ التشبیہ لابن الجوزی، ص237؛ احیاء العلوم للغزالی، 4/434۔

(2) تسبیح کے سو دانے زید کی مٹھی میں ہیں، تو ہر دانہ کہے گا کہ زید ہر جگہ ہے نہ کہ ہر دانے میں یا دانے کی جگہ میں۔

بلا تشبیہ اور بلا تمثیل زمین و آسمان فلاسفہ کے مذہب پر پیاز کے چھلکے کی طرح لپٹے ہوئے ہیں اور کل نو (9) افلاک ہیں یا متکلمین کے مذہب پر سفرِ معراج میں نبی کریم ﷺ مکان سے لا مکان میں پہنچے۔ تو اللہ تعالیٰ ان تمام مکانات اور زمانوں کو اپنے احاطے میں لیا ہوا ہے، اور یہ تمام یا اس جیسے تمام سیارے اور ستارے وغیرہ سب کے سب رب کی مٹھی اور قبضۂ قدرت میں ہیں اور وہ رب کی نظر میں ایک چیونٹی کے کروڑوں اربوں کھربوں حصے کے برابر بھی نہیں ہیں، تو وہ حقیر پُر تقصیر انسان یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ رب مکان میں ہے، ہر جگہ میں ہے؟ فلاں جگہ پر ہے؟ بیٹھا ہوا ہے؟ اسی طرح ہم اللہ تعالیٰ کے لیے مکان کیسے ثابت کر سکتے جبکہ مکان کا تعلق زمین و آسمان سے ہے؟! یا فلک الافلاک کے اندرونی حصے سے نہ کہ بیرونی حصے سے۔

فی زمانہ: آج مسلمانوں میں ایسے فرقے موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے جہات، حدود وغیرہ معین کرتے ہیں اور کہتے ہیں اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہے، وہ عرش سے نہ بڑا ہے نہ چھوٹا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ ان تمام سے منزّہ اور بے نیاز ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسا عقیدہ رکھنا کھلی گمراہی اور بے دینی ہے۔

اللہ تعالیٰ کذب سے پاک ہے

عقیدہ: اللہ تعالیٰ جھوٹ اور اس کے بولنے سے پاک ہے، اِس جیسے ہر قسم کے نقص اور عیب کی نسبت اُس کی طرف محالِ عقلی وشرعی ہے۔ ایسا کہنا سخت بے ادبی اور گمراہی ہے کہ وہ جھوٹ بولنے پر قادر ہے مگر بولے گا نہیں۔

دلیل نقلی

قرآن: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللهِ حَدِيثًا۔ [1]

(ترجمہ:) "اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی"۔

دلیل عقلی

(1) صدق اور کذب کا مسئلہ عقلی ہے نہ کہ شرعی یعنی کذب عقلاً قبیح ہے، لہٰذا عقلاً یہ فرض ہی نہیں کیا جاسکتا ہے کہ "اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے مگر شرع میں اپنے فرمان کی وجہ سے بولے گا نہیں"؛ کیونکہ کذب عقلاً نقص ہے اور نقص اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

(2) قدرت کا تعلق محال اور واجب سے نہیں ہوسکتا؛ کیونکہ قدرت کا کام ہے اثر کرنا۔ اب اگر قدرت کا ان دونوں کے ساتھ تعلق ہوجائے تو قلبِ حقیقت لازم آئے گا۔ [2] جب کذب اللہ تعالیٰ پر محال ہے اور قدرت کا تعلق محال کے ساتھ نہیں ہوسکتا تو یہ کہنا بھی درست نہ ہوگا کہ "بول سکتا ہے مگر بولے گا نہیں"۔

(3) جو چیز محالِ عقلی ہو وہ تحتِ قدرت بالقوۃ یعنی فرضاً ہرگز نہیں ہوسکتی۔ ہاں جو محالِ شرعی ہو اس کا خلاف فرض کیا جاسکتا ہے۔ [3] لہٰذا بالاتفاق عقلاء جھوٹ قبح عقلی ہے اور اللہ تعالیٰ پر محالِ عقلی ہے لہذا اس کا فرض کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

فی زمانہ: آج بھی ایسی عبارات موجود ہیں جن میں اِمکانِ کذب کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے۔ جبکہ یہ کفر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حق میں جائزات کی تفصیل

اللہ تعالیٰ کے حق میں جو چیزیں جائز ہیں یعنی اس پر محال اور واجب نہیں ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

---

(1) النساء، آیت 87۔

(2) المعتقد، ص90؛ مسامرہ، ص71۔

(3) شرح المعرفۃ للرفاعی، ص22، 26۔

اللہ تعالیٰ پر کوئی شی واجب نہیں

عقیدہ: اللہ تعالیٰ کا (1)اپنے افعال میں حکمت اور غرض کی رعایت کرنا۔ (2)طاعات پر ثواب دینا۔ (3) گناہ گار کو عقاب وعذاب دینا۔ (4) کبائر سے اجتناب کی صورت میں صغائر کو مٹا دینا۔ (5) توبہ قبول کرنا۔ (6)مخلوق کے حق میں جو بہتر ہے وہ دینا اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں۔ وہ خالق ومالک اور بااختیار ہے جسے چاہے جو عطا کرے، جسے محروم رکھے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔

دلیل نقلی

قرآن: وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللهِ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ۔[1]

(ترجمہ:)"اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند فرماتا ہے ان کا کچھ اختیار نہیں پاکی اور برتری ہے اللہ کو ان کے شرک سے"۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا شَاءَ اللهُ كَانَ، وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ۔[2]

(ترجمہ:)"جو اللہ نے چاہا وہ ہوا، جو نہ چاہا نہ ہوا"۔

دلیل عقلی

(1) اگر اللہ تعالیٰ پر کوئی شی واجب ہوتی تو اس کا شکر لازم نہ ہوتا، بندوں پر اس کا احسان نہ ہوتا اور نہ ہی احسان جتلاتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا بھی فضول ہوتا کہ ہمارے حق میں جو بہتر ہے وہ ویسے ہی اللہ تعالیٰ پر دینا واجب ہے تو دعا کس مقصد کے لئے؟ بندوں کے لئے اس کے کارخانۂ قدرت میں بڑے سے بڑا انعام

---

(1) القصص، آیت 68۔

(2) سنن ابی داود، الرقم (5075)، 4/319۔

باقی نہ رہتا کہ اس نے جو بہتر اور بہترین تھا وہ دے دیا۔[1]

(2) اگر اللہ تعالیٰ پر کوئی شی واجب قرار دیں تو اس کا اختیار ختم ہو جائے گا جبکہ یہ محال ہے۔لہٰذا اس پر کسی شی کا واجب ہونا بھی محال ہے۔

اللہ تعالیٰ کے افعال حکمت سے خالی نہیں

عقیدہ: اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہے، بلکہ حکمت لازمی ہوگی؛ کیونکہ اگر اس کے افعال حکمت سے خالی ہوں گے تو پھر عبث،فضول لازم آئے گا۔

دلیل نقلی

قرآن: إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۔[2]

(ترجمہ:) "بے شک تمہارا رب علم وحکمت والا ہے"۔

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ۔[3]

(ترجمہ:) "تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تمہیں ہماری طرف پھرنا نہیں"۔

دلیل عقلی

(1) حکیم کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حکیم ہے لہذا اس کے ہر فعل میں حکمت ضرور ہوگی۔

(2) اگر حکمت نہ ہو تو وہ چیز لغو اور فضول پیدا کی گئی جبکہ یہ اللہ تعالیٰ کے افعال میں نقص وعیب ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے پاک ہے، لہذا ہر فعل میں حکمت کا ہونا ضروری ہے۔

---

(1) شرح عقائد،ص239، 240۔

(2) الانعام،آیت:83۔

(3) کتاب التوحید للماتریدی،ص 62؛ تہذیب شرح السنوسیہ،ص 78؛ مسامرہ،ص 50 (المؤمنون،آیت:115)۔

نوٹ: اگر کسی فعل میں ہمیں حکمت نظر نہ آئے تو یہ ہماری فہم وعقل کا قصور ہے۔

رؤیتِ باری تعالیٰ

عقیدہ: اللہ تعالیٰ کا دیدار برحق ہے، اس کا دیدار بغیر کسی جہت، مقابل، مکان وغیرہ کے ہوگا۔ اور اسی پر ایمان رکھنا واجب ہے۔ دنیا میں دیدار عقلاً ممکن ہے مگر شرعاً محال ہے۔ دنیا میں سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی کو دیدار نصیب نہیں ہوا۔

دلیل نقلی

قرآن: وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ، إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۔ (1)

(ترجمہ:) "کچھ منہ اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے"۔

حدیث: صحیح البخاری میں ہے:

عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةً ـ يَعْنِي الْبَدْرَ ـ فَقَالَ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ، كَمَا تَرَوْنَ هَذَا الْقَمَرَ، لاَ تُضَامُّونَ فِي رُؤْيَتِهِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لاَ تُغْلَبُوا عَلَى صَلاَةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا۔ (2)

(ترجمہ:) "جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند پر ایک نظر ڈالی پھر فرمایا کہ تم اپنے رب کو (آخرت میں) اسی طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو اب دیکھ رہے ہو۔ اس کے دیکھنے میں تم کو کوئی زحمت بھی نہیں ہو گی، پس اگر تم ایسا کر سکتے ہو کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے والی نماز (فجر) اور سورج غروب ہونے سے پہلے والی نماز (عصر) سے تمہیں کوئی چیز روک نہ سکے تو ایسا ضرور کرو"۔

(1) القیامۃ، آیت: 22، 23۔
(2) صحیح البخاری، الرقم (554)، 1/115۔

دلیل عقلی

(1) جو چیز موجود ہو اس کی رؤیت ممکن ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ موجود ہے تو اس کی رؤیت بھی ممکن ہے۔ اگر ہمیں نظر نہیں آ رہی تو اس میں ہماری نظر کا قصور ہے نہ کہ موجود چیز کا دیکھنا ہی محال ہے جیسا کہ آواز، ذائقے اور خوشبوئیں موجود ہیں تو ان کا دیکھنا بھی ممکن ہے اگرچہ ہمیں نظر نہیں آتیں۔ (1)

(2) اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ آخرت میں اَعمال کی بہترین جزا دے گا، دنیا میں عمل کے لحاظ سے سب سے بہترین چیز توحید ہے اور اس کی بہترین جزا آخرت میں اسی کا دیدار ہے کہ جس پر غیبی طور پر ایمان لاتے تھے تو اس کی جزا یہ ہے کہ غیاب کے پردے ہٹا کر حضوری کا شرف حاصل ہو۔ (2)

نوٹ: جمہور کا مذہب یہی ہے کہ اس دنیا میں دیدار ظاہری آنکھ سے شرعاً ممتنع ہے عقلاً نہیں۔ صوفیاء اور علماء سے جو دیدار کے متعلق مرویات ہیں وہ اس کے انوار وتجلیات اور قلبی مشاہدات پر محمول ہوں گی۔ (3)

خلقِ افعال اور قدرتِ حادثہ

عقیدہ: تمام افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ افعال اضطراریہ ہوں (جیسے رعشہ کی حرکت) یا اختیاریہ، خیر ہوں یا شر سب کا خالق وہی ہے۔

استطاعت، قدرتِ حادثہ: هِيَ عَرَضٌ يَخْلُقُهُ اللهُ تَعَالَىٰ فِي الْحَيَوَانِ يَفْعَلُ بِهِ الْأَفْعَالَ الِاخْتِيَارِيَّةَ۔ (4)

(ترجمہ:) "وہ عرض ہے جسے اللہ تعالیٰ حیوان میں پیدا کرتا ہے، جس کے

---

(1) الارشاد للجوینی، ص151؛ ابکار الافکار، 1/511۔

(2) کتاب التوحید للماتریدی، ص61۔

(3) شرح العقائد، ص196، المعتقد، 138۔

(4) شرح طحاویہ لبابرتی، ص121؛ شرح الفقہ الاکبر للقاری، ص93۔

ذریعے سے وہ اپنی مرضی سے کام سرانجام دے سکتا ہے"۔

جیسے میں نے لکھنے کا ارادہ کیا تو لکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انگلیوں کو حرکت دینے کی قوت پیدا کردی۔

کوئی بھی افعال کرنے سے قبل آلات اور اسباب صحیح ہوں اور یہ صحت ان افعال پر مقدم ہوتی ہے مگر ان کا افعال کی پیدائش میں کوئی کردار نہیں ہوتا پھر اللہ تعالیٰ کی توفیق اور طاقت سے وہ کام سرانجام دیتا ہے۔[1] اور یہ قدرت فعل کو کرنے کے وقت عطا فرماتا ہے پہلے سے عطا کردہ نہیں۔[2]

دلیل نقلی

قرآن: وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۔[3]

(ترجمہ:) "اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو"۔

حدیث: امام احمد بن شعیب ابوعبدالرحمن النسائی حدیث نقل کرتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ قُوْلِي حِينَ تُصْبِحِينَ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، مَا شَاءَ اللهُ كَانَ، وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ۔[4]

(ترجمہ:) "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس قول کے ساتھ اپنی صبح کیا کر اللہ کی ذات پاک ہے اور اسی کی حمد ہے اور اللہ کے علاوہ کوئی قوی نہیں، جو اللہ نے چاہا وہی ہوا اور جس کو نہیں چاہا وہ نہ ہوا"۔

دلیل عقلی

(1) کسی شی کا موجِد اور خالق وہی ہوسکتا ہے جس کو موجَد (ایجاد کردہ شی) کی مکمل

(1) کتاب التوحید للماتریدی، ص188۔

(2) الوصیۃ فی التوحید لابی حنیفہ، ص636؛ ابکار الافکار، 2/296۔

(3) الصافات، آیت 96۔

(4) سنن ابی داود، الرقم (5075)، 4/319۔

دلیل نقلی

قرآن: لَوْ يَشَاءُ اللهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيعًا۔[1]

(ترجمہ:) "کہ اللہ چاہتا تو سب آدمیوں کو ہدایت کر دیتا"۔

حدیث: صحیح مسلم میں ہے:

قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ أَعُلِمَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنْ أَهْلِ النَّارِ؟ قَالَ فَقَالَ نَعَمْ، قَالَ قِيلَ فَفِيمَ يَعْمَلُ الْعَامِلُونَ؟ قَالَ كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ۔[2]

(ترجمہ:) "رسول اللہ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ کیا جنتیوں اور دوزخیوں کا علم ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ کہا گیا تو عمل کرنے والے کو عمل کیا فائدہ دیں گے؟ آپ نے فرمایا: جس کے لیے جو پیدا کیا گیا اس کے لیے آسان کر دیا جائے گا"۔

دلیل عقلی

(1) بندہ مخلوق ہے، محتاج ہے، جیسے اسے کہا گیا بس اسی پر ایمان رکھے، سوال کرنا، شکوہ کرنا اس کا کام نہیں۔

(2) جب انسان اپنے آپ کو سمجھنے سے قاصر ہے، وہ رب کے فیصلوں کو کیسے سمجھ سکتا ہے؟ اسی لیے صرف ایمان رکھنا ہی اس کی ذمہ داری ہے۔

تقدیر بدلتی ہے؟ اس کا جواب درج ذیل ہے۔

احکامِ تشریعی کی دو قسمیں ہیں:

(1) مطلق۔ یعنی کسی وقت سے مقید نہیں۔

(2) مقید۔ جو کسی وقت کے ساتھ مقید ہو۔

مطلق اللہ تعالیٰ کے علم میں کبھی (1) دائمی ہوتا ہے کہ ہمیشہ یہی حکم رہے گا اور کبھی

---

(1) الرعد، آیت 31۔

(2) صحیح مسلم، الرقم (2649)، 4/2041۔

دلیل نقلی

قرآن: لَوْيَشَاءُ اللهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيعًا۔[1]

(ترجمہ:)"کہ اللہ چاہتا تو سب آدمیوں کو ہدایت کردیتا"۔

حدیث: صحیح مسلم میں ہے:

قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ أَعُلِمَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنْ أَهْلِ النَّارِ؟ قَالَ فَقَالَ نَعَمْ، قَالَ قِيلَ فَفِيمَ يَعْمَلُ الْعَامِلُونَ؟ قَالَ كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ۔[2]

(ترجمہ:)"رسول اللہ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ کیا جنتیوں اور دوزخیوں کا علم ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ کہا گیا تو عمل کرنے والے کو عمل کیا فائدہ دیں گے؟ آپ نے فرمایا: جس کے لیے جو پیدا کیا گیا اس کے لیے آسان کردیا جائے گا"۔

دلیل عقلی

(1) بندہ مخلوق ہے، محتاج ہے، جیسے اسے کہا گیا بس اسی پر ایمان رکھے، سوال کرنا، شکوہ کرنا اس کا کام نہیں۔

(2) جب انسان اپنے آپ کو سمجھنے سے قاصر ہے، وہ رب کے فیصلوں کو کیسے سمجھ سکتا ہے؟ اسی لیے صرف ایمان رکھنا ہی اس کی ذمہ داری ہے۔

تقدیر بدلتی ہے؟ اس کا جواب درج ذیل ہے۔

احکامِ تشریعی کی دو قسمیں ہیں:

(1) مطلق۔یعنی کسی وقت سے مقید نہیں۔

(2) مقید۔جو کسی وقت کے ساتھ مقید ہو۔

مطلق اللہ تعالیٰ کے علم میں کبھی (1) دائمی ہوتا ہے کہ ہمیشہ یہی حکم رہے گا اور کبھی

(1) الرعد، آیت 31۔

(2) صحیح مسلم، الرقم (2649)، 4/2041۔

(2)وہ مقید ہوتا ہے کہ اتنے عرصے کے لئے بندوں کو مکلف بنایا جارہا ہے۔

اب جو تقدیر اور قضاء مبرم ہیں وہ تبدیل نہیں ہوسکتیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں مطلق ہیں۔ اور جو معلق یا شبیہ مبرم یا جو تبدیل ہوسکتی ہیں درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کے علم ہی میں مقید ہیں۔ مخلوق کے گمان میں یہ بھی مبرم ہوگی مگر اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ مبرم نہیں بلکہ معلق اور مقید بالوقت ہے۔[1]

جبر واختیار اور کسب

عقیدہ: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اَحکام کا مکلف بنایا ہے مگر مجبورِ محض نہیں بنایا بلکہ تصرّف کرنے کا اختیار بھی دیا ہے۔ ہمیں جو اختیار حاصل ہے اسے "کسب" کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ باقی تمام اَفعال اور ان کے ہر ہر جز میں ہم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔

کسب: هُوَ تَعَلُّقُ إِرَادَةِ الْعَبْدِ وَقُدْرَتِهِ بِفِعْلِهِ۔[2]

(ترجمہ:) "بندے کے ارادے اور قدرت کا اپنے فعل سے متعلق ہونا"۔

یعنی کرنے اور نہ کرنے کے محض فیصلے کا نام "کسب" ہے۔

دلیل نقلی

قرآن: لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (سورۃ البقرۃ، آیت:286) بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ (سورۃ الروم، آیت:41) وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ (سورۃ الشوریٰ، آیت:30) وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَىٰ ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ (سورۃ الفاطر، آیت:45) فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ (الکہف، آیت:29)۔

(ترجمہ:) "اس کا فائدہ ہے جو اچھا کمایا اس کا نقصان ہے جو برائی کمائی۔/ ان برائیوں سے جو ان لوگوں کے ہاتھوں نے کمائی۔/ تمہیں جو مصیبت پہنچی

(1) المعتمد لاحمد رضا خان، ص134۔

(2) شرح فقہ اکبر للسمرقندی، ص129۔

وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا۔/ اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے لئے پکڑتا تو زمین کی پشت پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتا۔/ تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے"۔

دلیل عقلی

(1) افعال اضطراریہ اور اختیاریہ میں جبر و اختیار کا فرق واضح ہے۔[1]

(2) جبر تب لازم آتا جب اس کے پاس اختیار بھی نہ ہوتا بلکہ پتھر کی طرح ہوتا۔

نوٹ: "الکسب" ایک عدمی شی ہے؛ کیونکہ بندہ جو ارادہ کرتا ہے کہ میں فرض نماز کے لیے مسجد جاؤں یا نماز نہ پڑھوں، تو پڑھنے اور نہ پڑھنے کا ارادہ کرنا اور فیصلہ کرنا یہ عدمی شی ہے اس کو وجود سے تعبیر نہیں کر سکتے اور اسی سے جبر اور مجبور محض ہونے کی نفی ہوتی ہے۔[2]

گناہ صغیرہ وکبیرہ

عقیدہ: جو شخص کفر پر مرا وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ جو شخص گناہ کبیرہ پر بغیر توبہ کے مر گیا تو اہل حق کا اجماع ہے کہ وہ ایمان پر ہی فوت ہوا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اسے بخش دے گا اور اگر چاہے گا تو اس کے گناہوں کی اسے سزا دے گا۔ یہی حکم اس کے بارے میں بھی ہے کہ جو گناہ صغیرہ پر فوت ہوا۔

دلیل نقلی

قرآن: إِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ۔[3]

(ترجمہ:) "بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے"۔

---

(1) ابکار الافکار، 2/290۔

(2) اشارات المرام للبیاضی، ص 225۔

(3) النساء، آیت 48۔

حدیث: صحیح بخاری میں ہے:

فَيَقُولُ وَعِزَّتِي وَجَلَالِي، وَكِبْرِيَائِي وَعَظَمَتِي لَأُخْرِجَنَّ مِنْهَا مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ۔ (1)

(ترجمہ:)"اللہ تعالیٰ فرماتا: میری عزت، میری جلالت، میری بڑائی اور میری عظمت کی قسم جس نے ان میں سے لا الہ الا اللہ کہا تو میں ان کو جہنم سے ضرور نکالوں گا"۔

دلیل عقلی

(1) اہل حق کے نزدیک جب مرتکبِ کبیرہ مؤمن ہے تو اللہ تعالیٰ چاہے اپنے فضل وکرم سے اسے معاف فرمادے اور یہ اس کی شانِ کریمی کے لائق بھی ہے۔

(2) شفاعتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت ہے تو گناہ گار کی بخشش بھی ثابت ہوگئی۔

فی زمانہ: آج بھی خوارج کا عقیدہ ہے کہ گناہ گار کافر ہے اور وہ جہنم میں ہمیشہ رہے گا، اس کی کوئی بخشش نہیں، اسی وجہ سے وہ مسلمانوں پر حملے کرتے ہیں اور قتل وغارت گری کا بازار گرم کرتے ہیں۔

خلف فی الوعد والوعید

عقیدہ: اللہ تعالیٰ نے نیکی پر جس اجر وثواب کا وعدہ کیا ہے شرعاً وہ ضرور عطا فرمائے گا۔ اور جس گناہ پر عتاب وعقاب کا فرمایا ہے وہ اس کی مرضی پر موقوف ہے چاہے تو سزا دے چاہے تو معاف کردے۔ ہاں جسے معافی نہ ملے گی وہ ضرور سزا پائے گا۔

خلف فی الوعد والوعید: نیکی پر جو وعدے کیے اس کو پورا نہ کرنا یا جو گناہ پر وعیدات ذکر کی ہیں ان کو پورا نہ کرنا۔

(1) صحیح البخاری، الرقم (7510)، 9/146۔

دلیل نقلی

قرآن: إِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ۔ (1)

(ترجمہ:) "بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے"۔

گناہ پر جو وعیدات ہیں ان کا پورا کرنا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہیں کہ وہ چاہے تو سزا دے چاہے تو نہ دے۔ (2)

دلیل عقلی

(1) عقل شاہد ہے کہ وعدے کی خلاف ورزی نقص ہے نہ کہ وعید وسزا کو معاف کردینا بلکہ یہ فضل وکرم ہے، اسی لیے خلف فی الوعید جائز ہے۔ (3)

(2) اللہ تعالیٰ نے عفو اور وعید دونوں کا ذکر کیا۔ ان دونوں کے ملانے سے نتیجہ نکلا کہ جس کو معافی نہیں ملے گی وہ سزا پائے گا اور اس صورت میں خلف فی الوعید جائز نہیں۔ (4)

فی زمانہ: عوام وخواص میں یہی موقف رائج ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے گا تو معافی عطا فرمادے گا۔ جبکہ محققین کا موقف اس کے برعکس ہے۔ تفصیل مطوّلات میں ملاحظہ ہو۔

متفرقات

حکم الأطفال

وہ بچے جو بچپن میں فوت ہوگئے ان کا کیا حکم ہے؟ وہ جنت میں جائیں گے یا نہیں؟

---

(1) النساء، 48۔

(2) شرح مختصر الروضۃ لسلیمان الطوفی، 1/269۔

(3) شرح مختصر الروضۃ، 1/270۔

(4) فتاویٰ رضویہ، 15/407۔

(1) مؤمنین کے اَطفال کے بارے میں دو اقوال ہیں۔ 1) یہ جنت میں جائیں گے، یہی صحیح مذہب ہے اور بعض نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ اور احادیث اس میں بکثرت ہیں۔ 2) اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے وہ جو چاہے گا ان کے ساتھ معاملہ فرمائے گا۔

(2) کفار کے اَطفال کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔ 1) جنت میں ہوں گے، یہی صحیح ہے اور اسی پر جمہور ہیں۔ 2) وہ جہنم میں جائیں گے، اس پر بھی کثیر مشائخ ہیں۔ 3) اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔ 4) وہ اہل جنت کے خدام ہوں گے۔ 5) جنت اور دوزخ کے درمیان ہوں گے۔ 6) سکوت۔ یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے، بعض نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔ مگر بعض نے امام ابو حنیفہ سے سکوت کی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔[1]

(1) النبراس، ص 21؛ مسامرہ، ص 230۔

المبحث الرابع:

نبوّات

اس میں انبیاء کرام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق سابقہ منہج کے مطابق تفصیل بیان کی جائے گی۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ نے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بھیجے ان سب پر ایمان رکھنا واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برحق نبی بن کر آئے تھے۔ ان میں سے کسی ایک کی گستاخی کفر ہے۔

دلیل نقلی علیٰ نفس النبوۃ والرسالۃ

قرآن: وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔[1]

(ترجمہ:) "اور ہر قوم کے ہادی"۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا۔[2]

(ترجمہ:) "اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں"۔

دلیل عقلی

(1) عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ ہر شخص کو کھلی چھٹی دے دی جائے وہ جو چاہے مرضی کرے۔ جیسا کہ ہماری زندگی کے ہر ہر معاملے میں ہر کسی کو آزادی نہیں دی جاسکتی۔ پھر ہر ہر معاملے میں عقل حسنِ انجام کے لئے کافی نہیں تھی تو کسی ایسے معلّم کی ضرورت تھی جو ہر کام کے عواقب کو بیان کرے، تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور

(1) الرعد، آیت 7۔

(2) الاسراء، آیت 15۔

رسل کا سلسلہ شروع کیا۔

(2) عقل کے پیشِ نظر ہر کوئی اپنے حق ہونے کا مدعی تھا تو ان میں محاکمہ کرنے کے لئے انبیاء اور رسل کا آنا ضروری تھا۔

(3) جب دانشور، مفکر حتیٰ کہ علماء کے درمیان اختلاف ہوتا ہے تو ایک کے نزدیک جو ثابت ہے وہ دوسرے کے نزدیک ثابت نہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حق ایک ہے، دوسرے کی گنجائش ہی نہیں، تو اس ایک حق کی خبر دینے کے لئے انبیاء اور رسل کا ہونا ضروری تھا۔

(4) انسان چاہے جتنا عقل مند ہو جائے مگر شہوات، آلام، لذات وغیرہ اس کے عقل پر اثر انداز ہوتی ہیں، تو کسی ایسی ہستی کی ضرورت تھی جن پر ان کا ذرہ برابر اثر نہ ہو، تاکہ احقاقِ حق وابطال باطل خوب ہو اور وہ نبی اور رسول کی ذات کے ذریعے ممکن تھا۔(1)

نبوت اور رسالت میں نسبت

جمہور قول کے مطابق ان کے درمیان عموم وخصوص کی نسبت ہے۔ کہ نبی عام ہے اور رسول خاص ہے۔ رسول وہ ہے کہ جسے کتاب دی گئی ہو یا نئی شریعت ملی ہو یا جس کے پاس فرشتہ وحی لے کر آتا ہو۔ اور نبی وہ ہے کہ جس کو نئی کتاب نہ ملی ہو، نئی شریعت نہ ملی ہو بلکہ کسی اور شریعت کی ترویج کرتا ہو یا اس کے پاس وحی آتی ہو مگر الہام یا منام کے ذریعے۔(2)

انبیاء کے حق میں واجبات کی تفصیل

انبیاء اور رسولوں کے حق میں یہ چیزیں واجب ہیں:

---

(1) کتاب التوحید للماتریدی، ص 137133؛ القول الفصل شرح فقہ اکبر لبہاء الدین، ص 34؛ تبصرۃ الادلۃ للنسفی، ص 681؛ مسایرہ، ص 187۔

(2) نبراس، ص 54، 55؛ التوقیف للمناوی، ص 177۔

1)امانت۔2)عصمت۔3)صدق۔4)فطانت۔5)تبلیغ۔

امانت

عقیدہ: امور شرع ہوں یا دنیاوی معاملات ان میں خیانت سے تمام انبیاء کرام بری ہوتے ہیں۔

دلیل نقلی

قرآن: إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ۔ (1)

(ترجمہ:) "بیشک میں تمہارے لئے اللہ کا بھیجا ہوا امین ہوں"۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَلَا تَأْمَنُونِي وَأَنَا أَمِينُ مَنْ فِي السَّمَاءِ، يَأْتِينِي خَبَرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَمَسَاءً۔ (2)

(ترجمہ:) "تم مجھے امین نہیں سمجھے حالانکہ میں امین اس کا جو آسمان پر ہے اور اس کی وحی جو آسمان پر ہے میرے پاس آسمان سے وحی صبح شام آتی ہے"۔

دلیل عقلی

(1) خیانت نقص اور عیب ہے، اور انبیاء کرام نقص اور عیب سے پاک ہوتے ہیں۔

(2) نبی کریم ﷺ کی امانت کی گواہی مشرکین مکہ دیتے تھے، حتیٰ کہ تیرہ سالہ دشمنی کے باوجود ہجرت کے وقت ان کی امانتیں آپ کے پاس تھیں۔

فی زمانہ: لبرل اور اسلام مخالف قوتیں کوشش کرتی ہیں کہ نبی کریم کی ذات میں کوئی نقص وعیب اور خیانت مل جائے مگر جس طرح وہ چودہ سو سال سے ناکام ہو رہے ہیں ایسے ہی قیامت تک ناکام ہوتے رہیں گے۔

---

(1) الشعراء، آیت 107۔

(2) صحیح البخاری، الرقم (4351)، 5/163۔

عصمت

عقیدہ: انبیاء اور رسلانِ کرام اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی جہالت سے پاک اور منزہ ہیں۔ اسی طرح نبوت کے بعد اور نبوت سے قبل ہر اس چیز کی جہالت سے پاک ہوتے ہیں کہ جس کا تعلق شریعت کے امور سے ہو، کذب قصداً ہو یا غیر قصداً، گناہ کبیرہ ہوں یا صغیرہ ان سب سے معصوم ہوتے ہیں۔ اسی طرح سہو ونسیان جو کہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتا ہے ان پر مصر (قائم) رہنے سے پاک ہوتے ہیں۔ (1)

دلیل نقلی

قرآن: إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا۔ (2)

(ترجمہ:) "بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں اور تیرا رب کافی ہے کام بنانے کو"۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ، إِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهِ قَرِينُهُ مِنَ الْجِنِّ قَالُوا وَإِيَّاكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ وَإِيَّايَ، إِلَّا أَنَّ اللهَ أَعَانَنِي عَلَيْهِ فَأَسْلَمَ، فَلَا يَأْمُرُنِي إِلَّا بِخَيْرٍ۔ (3)

(ترجمہ:) "تم میں سے ہر ایک آدمی کے ساتھ اس کا جن ساتھی مقرر کیا گیا ہے صحابہ کرام نے عرض کی، کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم؟ آپ نے فرمایا: ہاں میرے ساتھ بھی مگر اللہ نے مجھے اس پر مدد فرمائی تو وہ مسلمان ہو گیا پس مجھے نیکی ہی کا حکم کرتا ہے"۔

---

(1) متن الفقہ الاکبر، ص 327، طبع مع شرحہ لعلی قاری؛ مرام الکلام، ص 191؛ تحفۃ المرید للبیجوری ص200، 206؛ شرح العقیدۃ الکبریٰ للسنوسی، ص 403۔

(2) الاسراء، آیت: 65۔

(3) صحیح مسلم، الرقم (2814)، 4/2167۔

دلیل عقلی

(1) اگر ان سے گناہ سرزد ہوتے تو ان کی اتباع کرنا محال ہوتا، جبکہ ان کی اتباع واجب ہے تو ان کا گناہ سے پاک ہونا بھی واجب ہے۔

(2) اوپر بیان کردہ عیوب سے اگر انبیاء پاک نہ ہوں تو پھر سچے نبی اور جھوٹے نبی میں فرق نہیں رہے گا۔

فی زمانہ: یہودیوں کی محرّف کتب کے مطابق انبیاء گناہوں سے معصوم نہیں ہوتے بلکہ انہوں نے گناہ کبیرہ کے ارتکاب کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی ہے۔[1]

صدق

عقیدہ: ہر نبی اور رسول کذب سے پاک ہوتا ہے، اور کذب ان پر محال ہے۔ کسی بھی نبی کی صداقت میں ذرہ برابر شک کرنا کفر ہے۔

دلیل نقلی

قرآن: وَصَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ۔[2]

(ترجمہ:) "اور اللہ اور اس کا رسول سچا"۔

حدیث: نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

أَنَا النَّبِيُّ لاَ كَذِبْ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ۔[3]

(ترجمہ:) "میں نبی ہوں جھوٹا نہیں، جناب عبد المطلب کا بیٹا ہوں"۔

دلیل عقلی

(1) اگر وہ جھوٹ بولیں تو ان کی خبر میں بھی جھوٹ لازم آئے، جبکہ جھوٹا نبی نہیں۔

---

(1) الادیان والفرق المعاصرہ، ص 48؛ مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، ص 417) اور یہی حال عیسائیت کی کتب محرفۃ کا ہے۔ (مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، ص474)۔

(2) الاحزاب، آیت 22۔

(3) صحیح البخاری، الرقم (2864)، 4/30۔

(2) اگر ان کے کلام میں کذب ممکن ہوتو دین میں بھی کذب ممکن ہوگا، یوں رب کی طرف سے بھیجی گئی شریعت سچی نہ ہوئی۔ جب کہ یہ باطل اور محال ہے۔

نوٹ: جو انبیاء کی طرف کذب، جھوٹ کی نسبت کرے وہ کافر و مرتد اور بے دین ہے۔

فطانت

عقیدہ: دشمن کے اعتراض کو دور کرنے اور ان کے باطل دعووں کا رد کرنے کی صلاحیت کا ہونا واجب ہے۔ اور انبیاء اپنے وقت میں ہر ذہین وفطین سے زیادہ عقل والے ہوتے ہیں۔

دلیل نقلی

قرآن: ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ۔[1]

(ترجمہ:) "اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے راہ والوں کو"۔

حدیث: حضرت وہب بن منبہ سے مروی ہے:

وَأَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْجَحُ النَّاسِ عَقْلًا وَأَفْضَلُهُمْ رَأْيًا۔[2]

(ترجمہ:) "بے شک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں عقل کے لحاظ سے اعلیٰ اور رائے کے لحاظ سے افضل تھے"۔

---

(1) النحل، آیت:125۔

(2) حلیۃ الاولیاء، 4/26؛ الشریعۃ للآجری، الرقم(1025)، 3/1516۔

دلیل عقلی

(1) اگر ان میں یہ صلاحیت نہ ہوتو پھر غیرِ اہل کو یہ منصب سونپنا قرار پائے گا جبکہ یہ اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَللّٰہُ اَعۡلَمُ حَیۡثُ یَجۡعَلُ رِسَالَتَہٗ۔(1)، اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔(2)

(2) اگر ان میں یہ صلاحیت نہ ہو بلکہ کسی اور میں ہوتو یہ ان کے لیے نقص وعیب ہے جبکہ انبیاء نقص وعیب سے پاک ہوتے ہیں۔

فی زمانہ: اسلام کے بتائے گئے احکام پر نقض واعتراض وارد کیے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے اب پوری دنیا میں صرف ایک مذہب رائج ہونا چاہیے، یہ تفرقہ بازی درست نہیں، لہذا سب کو انسانیت کی بنیاد پر تعلقات قائم کرنے چاہئیں، جبکہ اسلام اس میں رکاوٹ ہے اور یوں وہ اس کی عالمگیریت میں شک پیدا کرکے دراصل انبیاء اور رسولانِ کرام کے ادیان کو جھٹلانا چاہتے ہیں۔ اور یہ بتانا چاہتے ہیں اس میں کمی کوتاہی رہ گئی۔

تبلیغ

عقیدہ: انبیاء اور رُسُل اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو لے کر آئے اور جن کی تبلیغ کا انہیں حکم دیا گیا وہ حکم اعتقادی ہو یا عملی، ان کی تبلیغ انبیاء کے حق میں واجب ہے۔

دلیل نقلی

قرآن: یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الۡكٰفِرِیۡنَ۔(3)

(ترجمہ:) "اے رسول! پہنچادو جو کچھ اُترا تمہیں تمہارے رب کی طرف

---

(1) الانعام، آیت 124۔

(2) المعتمد لاحمد رضا خان، ص 219؛ شرح المعرفة، ص 84۔

(3) المائدة، آیت: 67۔

سے اور ایسا نہ ہو تو تم نے اس کا کوئی پیام نہ پہنچایا اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے بے شک اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا"۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَجِيءُ نُوحٌ وَأُمَّتُهُ، فَيَقُولُ اللهُ تَعَالَى، هَلْ بَلَّغْتَ؟ فَيَقُولُ نَعَمْ أَيْ رَبِّ، فَيَقُولُ لِأُمَّتِهِ هَلْ بَلَّغَكُمْ؟ فَيَقُولُونَ لاَ مَا جَاءَنَا مِنْ نَبِيٍّ، فَيَقُولُ لِنُوحٍ مَنْ يَشْهَدُ لَكَ؟ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُمَّتُهُ، فَنَشْهَدُ أَنَّهُ قَدْ بَلَّغَ، وَهُوَ قَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَالوَسَطُ العَدْلُ۔ (1)

(ترجمہ:) "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قیامت کے دن) نوح علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا: کیا (میرا پیغام) تم نے پہنچا دیا تھا؟ نوح علیہ السلام عرض کریں گے: اے رب العزت! میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا تھا، اب اللہ تعالیٰ ان کی امت سے دریافت فرمائے گا: کیا (نوح علیہ السلام نے) تم تک میرا پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ جواب دیں گے: نہیں، ہمارے پاس تیرا کوئی نبی نہیں آیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے دریافت فرمائے گا، اس کے لیے آپ کی طرف سے کوئی گواہی بھی دے سکتا ہے؟ وہ عرض کریں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت (کے لوگ میرے گواہ ہیں) چنانچہ ہم اس بات کی شہادت دیں گے کہ نوح علیہ السلام نے پیغام خداوندی اپنی قوم تک پہنچایا تھا اور یہی مفہوم اللہ جل ذکرہ کے اس ارشاد کا ہے کہ اور اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہی دو۔ اور وسط کے معنی درمیانی کے ہیں"۔

(1) صحیح البخاری، الرقم (3339)، 4/134۔

دلیل عقلی

(1) اگر وہ تبلیغ نہ کرتے تو انہوں نے اپنے منصب کی پاسداری نہیں کی، جبکہ یہ نقص ہے اور نقص ان پر محال ہے۔

(2) اگر وہ تبلیغ نہیں کرتے تو کتمان لازم آئے گا اور کتمان موجبِ نقص ہے، اور انبیاء ہر ایسے کام سے پاک ہوتے ہیں کہ جو موجبِ نقص ہو۔

انبیاء کے حق میں محالات کی تفصیل

کسب وحرفت اور اخلاق میں رذیل کاموں سے پاک ہونا

عقیدہ: کوئی بھی نبی ایسا کام نہیں کرسکتا کہ جس میں کوئی نقص وعیب یا ذلالت ورسوائی اور حقارت پائی جائے۔

دلیل نقلی

قرآن: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيرًا۔ (1)

(ترجمہ:) "بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس کے لئے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے"۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَافْعَلْ مَا شِئْتَ۔ (2)

(ترجمہ:) "سابقہ نبوتوں کے کلام میں سے باقی ماندہ چیزیں جو لوگوں کو ملی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب تمہیں شرم نہ ہو تو جو چاہو کر"۔

---

(1) الاحزاب، آیت 21۔

(2) صحیح البخاری، الرقم (3483)، 4/ 177۔

دلیل عقلی

(1) نبوت عظیم منصب ہے، تو وہ حقیر مقام کے قریب بھی نہیں جا سکتے۔

(2) رذیل کاموں کی وجہ سے ان کا مقام اور مرتبہ کم ہوجائے گا، جس کی وجہ سے لوگ ان سے نفرت کریں گے۔

فی زمانہ: آج انبیاء کرام میں نقص وعیب تلاش کرنے کی اور طرح طرح کے اعتراض کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ ان کی ذات کو تختۂ مشق بنا کر لوگوں کے دلوں سے ان کی محبت نکال دی جائے اور ایمان چھین لیا جائے۔

نفرت انگیز بیماری اور نسب میں نقص سے پاک ہونا

عقیدہ: کسی بھی نبی کو موذی مرض یا ایسا مرض کہ جس سے لوگ سخت نفرت کرتے ہوں نہیں لگ سکتا۔ اسی طرح وہ نسب میں کسی بھی قسم کے نقص سے پاک ہوتے ہیں۔

دلیل نقلی

قرآن: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ۔ (1)

(ترجمہ:) "تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لئے نرم دل ہوئے اور اگر تم مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہوجاتے تو تم انہیں معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو بے شک توکّل والے اللہ کو پیارے ہیں"۔

وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ۔ (2)

---

(1) آلِ عمران، آیت 159۔

(2) الشعراء، آیت 219۔

(ترجمہ:)"اور سجدہ گزاروں میں (بھی) آپ کا پلٹنا دیکھتا (رہتا) ہے"۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَرَجْتُ مِنْ نِكَاحٍ، وَلَمْ أَخْرُجْ مِنْ سِفَاحٍ مِنْ لَدُنْ آدَمَ إِلَى أَنْ وَلَدَنِي أَبِي وَأُمِّي۔ (1)

(ترجمہ:)"میرا تولد نکاح سے رہا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اپنے والدین کریمین تک جتنی پشتیں گزری ہیں، ہر پشت اور ہر نسل میں جو میرے آباء وامہات تھے ان کا سلسلۂ تولّد نکاح سے رہا ہے"۔

دلیل عقلی

(1) اگر موذی مرض لگ گیا تو لوگ نفرت کریں گے اور یوں تبلیغ کے امور میں دشواری ہوگی۔

(2) ان کاموں کی وجہ سے ان کا مقام اور مرتبہ کم ہوجائے گا، جس کی وجہ سے لوگ ان سے نفرت کریں گے۔

فی زمانہ: چند انبیاء کی مثالیں ذکر کرکے اعتراض کیا جاتا ہے کہ ان میں نفرت انگیز بیماریاں پائی جاتی تھیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبوت سے قبل بیماری لاحق ہوسکتی ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ کی زبان کا مسئلہ تھا۔ حضرت ایوب کی بیماری بعد میں لاحق ہوئی تھی یعنی جب آپ نے اعلان نبوت کیا اس وقت صحیح تھے اور جب سب ایمان لے آئے تو پھر آپ پر یہ آزمائش آئی۔ یہی مسئلہ حضرت یعقوب کے متعلق ہے، بعض نے کہا: وہ نابینا نہیں ہوئے تھے۔ (2)

نبی کا قبر میں مٹی میں مل جانا محال ہے

عقیدہ: یہ عقیدہ رکھنا کہ نبی مر کر مٹی میں مل گئے سراسر گمراہیت ہے۔

---

(1) الشریعۃ للآجری، الرقم (957)، 3/1417۔

(2) المعتقد مع المعتمد، ص220، 221؛ مسایرۃ، ص194۔

دلیل نقلی

قرآن: وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ۔ [1]

(ترجمہ:) "اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں"۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ۔ [2]

(ترجمہ:) "بے شک اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے جسموں کو زمین پر حرام کردیا ہے (کہ وہ اسے کھائیں)"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ۔ [3]

(ترجمہ:) "انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، ان پر رحمتِ خداوندی اتاری جاتی ہے"۔

دلیل عقلی

(1) جب شہید کا جسم مٹی میں نہیں ملتا صحیح سلامت رہتا ہے تو انبیاء کے جسم کو مٹی کیسے کھا سکتی ہے؟!

(2) کئی سو سال پرانی قبر جب کھودی جاتی ہے تو میت کا جسم صحیح سلامت ہوتا ہے تو انبیاء کا جسم مٹی میں کیسے مِل سکتا ہے؟!

فی زمانہ: آج بھی ایسی عبارات موجود ہیں جن میں لکھا یہ درج ہے کہ نعوذ باللہ

---

(1) البقرۃ، آیت 154۔

(2) سنن ابی داؤد، الرقم (1047)، 1/275۔

(3) مسند البزاز، الرقم (6888)، 13/299۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں مر کر مٹی میں مل گئے۔جبکہ یہ گمراہ کن عقیدہ ہے۔

نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق عقائد

اس سے قبل ہم نے مطلقاً انبیاء اور رسل کے متعلق واجبات، محالات اور جائزات کا ذکر کیا۔اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق عقائد کی تفصیل ذکر کی جارہی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر دلائل نقلیہ وعقلیہ

دلیل نقلی

قرآن: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ۔[1]

(ترجمہ:) "محمد اللہ کے رسول ہیں"۔

نقلی دلائل قرآن کے ساتھ خاص نہیں بلکہ دیگر تمام آسمانی کتب میں آپ کا تذکرہ، نام اور نشانیاں بیان کردی گئیں، حتیٰ کہ آپ کی بعثت کے وقت غیر مسلم کا نشانیوں کی تصدیق کرنا وغیرہ اس پر شاہد ہیں۔[2]

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا، وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً، وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ۔[3]

(ترجمہ:) "مجھے انبیاء ورسل پر چھ چیزوں (خصلتوں) کے ذریعہ فضیلت بخشی گئی ہے، مجھے جوامع الکلم (جامع کلمات) عطا کئے گئے ہیں، رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے، میرے لیے مالِ غنیمت حلال کیا گیا ہے، میرے لیے تمام روئے زمین مسجد اور پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ بنائی گئی

(1) فتح، آیت 291۔

(2) شرح العقیدۃ الکبریٰ للسنوسی، ص 424 ومابعدھا۔

(3) صحیح مسلم، الرقم (523)، 1/371۔

ہے، میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور میرے ذریعہ انبیاء ورسل کا سلسلہ بند کردیا گیا ہے"۔

دلیل عقلی

(1) اعلان نبوت سے قبل آپ کے تمام احوالِ عملیہ آپ کی نبوت کی دلیل ہیں۔

(2) اعلان نبوت کے بعد آپ کا تکالیف اٹھانا آپ کے برحق اور سچے ہونے کی دلیل ہے۔

(3) آپ کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق عظیمہ آپ کی نبوت کی دلیل ہیں مثلاً صدق، ترک الدنیا، سخاوت، حق کے لئے تکلیف اٹھانا، دنیا داروں سے بے نیازی اور فقراء کے ساتھ عاجزی، حلم، مہربانیاں وغیرہ۔

(4) آپ کا قرآن بیان کرنا اور مکمل شریعت کا پیش کرنا آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔

(5) قرآن کا فصیح وبلیغ ہونا۔

(6) قرآن میں جن غائبات کی خبریں دی گئیں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبریں دیں وہ سچ ثابت ہوئیں مثلاً خلافت تیس سال ہوگی، میرے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر خلیفہ ہوں گے، نجاشی کی موت کی خبر دینا وغیرہ۔

(7) آپ علیہ السلام کا علم، عمل، اخلاق، سیاست، تدبر وغیرہ میں کوئی ثانی نہیں ہے۔ حتیٰ کہ آج غیر مسلم مفکرین نے بھی اس کو تسلیم کرلیا ہے۔

(8) عظیم معجزات آپ کو عطا کیے گئے، مثلاً چاند کا دو ٹکڑے ہونا، شجر وحجر کا سلام پیش کرنا اور جھکنا، کنکر کا کلمہ پڑھنا وغیرہ۔[1]

تمام مخلوقات کے لئے نبی بن کر آئے

عقیدہ: نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم جن وانس بلکہ تمام مخلوقات کی طرف نبی اور رسول

(1) کتاب التوحید للماتریدی، ص 150؛ شرح العقائد، ص 320، 321؛ شرح العقیدۃ الکبریٰ، ص 421،417۔

بن کر آئے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ آپ صرف انسانوں کی طرف یا جنوں کی طرف نبی بن کر آئے تو وہ کافر ہے۔

دلیل نقلی

قرآن: تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا۔[1]

(ترجمہ:) "بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو"۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا، وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً، وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ۔[2]

(ترجمہ:) "مجھے دوسرے انبیاء پر چھ چیزوں کے ذریعے سے فضیلت دی گئی ہے: مجھے جامع کلمات عطا کیے گئے ہیں، (دشمنوں پر) رعب ودبدبے کے ذریعے سے میری مدد کی گئی ہے، میرے لیے اموال غنیمت حلال کر دیے گئے ہیں، زمین میرے لیے پاک کرنے اور مسجد قرار دی گئی ہے، مجھے تمام مخلوق کی طرف (رسول بنا کر) بھیجا گیا ہے اور میرے ذریعے سے (نبوت کو مکمل کر کے) انبیاء ختم کر دیے گئے ہیں"۔

دلیل عقلی

(1) جب آپ خاتم النبیین ہیں، کسی اور نبی نے آنا نہیں تو پھر مکمل جہان کے لئے نبی بن کر آنا ضروری تھا وگرنہ بعض جگہ کے لئے آتے پھر دوسری جگہ کے لئے کوئی اور

(1) الفرقان، آیت 1۔

(2) صحیح مسلم، الرقم (523)، 1/371۔

نبی ہوتا، اس صورت میں آپ خاتم النبیین نہ رہتے۔

(2) جب اس امت کے بعد قیامت قائم ہونی ہے تو کسی دوسرے نبی کا آنا یا کسی اور علاقے میں نبی کا آنا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔

فی زمانہ: جنّوں کے لیے یا دیگر مخلوقات اور دیگر زمینوں کے لیے الگ نبی ماننا کفر ہے، آج بھی ایسی تحریرات موجود ہیں کہ ساتوں زمینوں کے الگ الگ نبی ہیں۔[1]

خاتم النبیین

عقیدہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ کے بعد کسی دوسرے کو نبی ماننا یا ممکن جاننا کفر ہے۔

دلیل نقلی

قرآن: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا۔[2]

(ترجمہ:) "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے"۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ لاَ نَبِيَّ بَعْدِي، وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ۔[3]

(ترجمہ:) "بنی اسرائیل میں تمام انبیاء سیاست کرتے تھے، جب کوئی نبی فوت ہوجاتا تو اس کے بعد دوسرا نبی آجاتا۔ اور بے شک میرے بعد کوئی

(1) المعتمد المستند للامام احمد رضا، ص 211۔

(2) الاحزاب، آیت 40۔

(3) صحیح البخاری، الرقم (345)، 4/169۔

نبی نہیں، اور عنقریب میرے بکثرت خلیفہ ہوں گے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي۔ (1)

(ترجمہ:) "میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔

دلیل عقلی

(1) جب امتِ محمدیہ کے بعد قیامت قائم ہونی ہے تو ضروری تھا کہ آپ کو آخری نبی بنا کر بھیجا جائے کہ دار التکلیف جب ختم ہو جائے گا تو کسی اور کا نبی بھیجنا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔

(2) جو صفات آپ کو عطا ہوئیں ان صفات کا حامل کوئی اور شخص نہیں ہو سکتا لہذا وہ نبی بن کر بھی نہیں آ سکتا۔

فی زمانہ: آج سب سے بڑا فتنہ قادیانیت ومرزائیت ہے، اسی طرح بعض لوگوں کی ایسی تحریرات آج بھی موجود ہیں کہ جن سے قادیانیت کی بدبو آتی ہے مثلاً وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرے نبی کو ممکن جانتے ہیں۔ اسی طرح ان کے نزدیک خاتم النبیین بمعنیٰ آخری نبی کے کوئی مدح اور فضیلت والا معنیٰ نہیں رکھتا۔ ساتوں زمین پر الگ الگ خاتم النبیین ہیں، جبکہ یہ سب کفر ہیں اور اِن کا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے۔ (2)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوقات سے افضل ہیں

عقیدہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوقات سے افضل اور اعلیٰ ہیں حتیٰ کہ تمام انبیاء، رُسُل اور فرشتوں سے ارفع اور بالا ہیں۔

---

(1) سنن ابی داود، الرقم (4252)، 4/97۔

(2) المعتمد المستند للامام احمد رضا، ص 211۔

دلیل نقلی

قرآن: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ۔ [1]

(ترجمہ:)"اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے"۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَأَنَا أَكْرَمُ الأَوَّلِينَ وَالآخِرِينَ وَلاَ فَخْرَ۔ [2]

(ترجمہ:)"میں گزرے ہوئے اور ہر آنے والوں میں زیادہ عزت والا ہوں، اور فخر نہیں"۔

دلیل عقلی

(1) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات و جمالات اور معجزات وغیرہ افضلیت کی دلیل ہیں۔

(2) آج تک دنیا میں آپ جیسا نہ کوئی آیا نہ آئے گا۔

فی زمانہ: آج بھی ایسے لوگ ہیں جو ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنے بڑے بھائی جیسا سمجھتے ہیں، اور بعض حضرات کے نزدیک امتی عمل میں اپنے نبی سے بڑھ جاتا ہے۔ جبکہ یہ سراسر گمراہی ہے۔

شفاعت

عقیدہ: قیامت کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے امتیوں کی شفاعت فرمائیں گے اور کوئی امتی آپ کی شفاعت سے محروم نہیں رہے گا بلکہ انبیاء کو بھی آپ کی شفاعت سے حصہ ملے گا۔ [3]

---

(1) الأنبياء، آیت 107۔

(2) سنن الترمذی، الرقم (3616)، 6/15۔

(3) المعتقد، ص239؛ شرح العقائد، ص278۔

دلیل نقلی

قرآن: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ۔ (1)

(ترجمہ:) "اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے"۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَأَنَا أَكْرَمُ الأَوَّلِينَ وَالآخِرِينَ وَلاَ فَخْرَ۔ (2)

(ترجمہ:) "میں گزرے ہوئے اور ہر آنے والوں میں زیادہ عزت والا ہوں، اور فخر نہیں"۔

دلیل عقلی

(1) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات و جمالات اور معجزات وغیرہ افضلیت کی دلیل ہیں۔

(2) آج تک دنیا میں آپ جیسا نہ کوئی آیا نہ آئے گا۔

فی زمانہ: آج بھی ایسے لوگ ہیں جو ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنے بڑے بھائی جیسا سمجھتے ہیں، اور بعض حضرات کے نزدیک امتی عمل میں اپنے نبی سے بڑھ جاتا ہے۔ جبکہ یہ سراسر گمراہی ہے۔

شفاعت

عقیدہ: قیامت کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے امتیوں کی شفاعت فرمائیں گے اور کوئی امتی آپ کی شفاعت سے محروم نہیں رہے گا بلکہ انبیاء کو بھی آپ کی شفاعت سے حصہ ملے گا۔ (3)

---

(1) الأنبیاء، آیت 107۔

(2) سنن الترمذی، الرقم (3616)، 6/15۔

(3) المعتقد، ص 239؛ شرح العقائد، ص 278۔

(2) عاصی کی مغفرت ممکن ہے لہذا اس کی شفاعت بھی ممکن ہے۔[1]

فی زمانہ: شفاعت کے منکر آج بھی موجود ہیں۔جبکہ اس کا انکار گمراہی ہے اور بہت بڑی محرومی کا باعث ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ومحبت اور تعظیم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو لے کر آئے اس کی اطاعت وفرماں برداری لازم ہے۔

اسی طرح آپ علیہ السلام کی محبت ہمارے ایمان کا حصہ ہے اور ان کی محبت کے بغیر ایمان مکمل ہی نہیں ہوسکتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر ظاہر وباطن ہر حال میں لازم ہے۔ پھر یہی تعظیم رسول اللہ کی وفات کے بعد اسی طرح لازم ہے جس طرح ان کی زندگی میں لازم تھی۔[2]

دلیل نقلی: اطاعت

قرآن: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ۔[3]

(ترجمہ:)"اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا"۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللهَ۔[4]

(ترجمہ:)"جس نے میری اطاعت کی یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ جس نے میری نافرمانی کی، یقیناً اس نے اللہ کی نافرمانی کی"۔

---

(1) التمہید للنسفی، ص 373۔

(2) المعتقد، ص 267۔

(3) النساء، آیت 59۔

(4) صحیح البخاری، الرقم (3957)، 4/50۔

محبت

قرآن: قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللهُ بِأَمْرِهِ وَاللهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ۔ (1)

(ترجمہ:) "تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ مین لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا"۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔ (2)

(ترجمہ:) "تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہ ہوگا جب تک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کے دل میں میری محبت نہ ہو جائے"۔

تعظیم: قرآن: لِتُؤْمِنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا۔ (3)

(ترجمہ:) "تا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی

---

(1) التوبۃ، آیت 24۔

(2) صحیح البخاری، الرقم (14)، 1/12۔

(3) الفتح، آیت 9۔

تعظیم وتوقیر کرواور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو"۔

حدیث: حضرت عروہ بن مسعود نے صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کرام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب اور تعظیم کرتے ہوئے دیکھا تو ان الفاظ میں گواہی دی:

فَوَاللهِ مَا تَنَخَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ، فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ، وَإِذَا أَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوا أَمْرَهُ، وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوا يَقْتَتِلُونَ عَلَى وَضُوئِهِ، وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ، وَمَا يُحِدُّونَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيمًا لَهُ۔ (1)

(ترجمہ:) "اللہ کی قسم! اگر کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلغم بھی تھوکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اپنے ہاتھوں پر اسے لے لیا اور اسے اپنے چہرہ اور بدن پر مل لیا۔ کسی کام کا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو اس کی بجا آوری میں ایک دوسرے پر لوگ سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرنے لگے تو ایسا معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے پانی پر لڑائی ہو جائے گی (یعنی ہر شخص اس پانی کو لینے کی کوشش کرتا تھا) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو کرنے لگے تو سب پر خاموشی چھا جاتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا یہ حال تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی نظر بھر کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ بھی نہیں سکتے تھے"۔

محبت کی علامات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنا، اپنی ذات، اولاد اور مال پر آپ علیہ السلام کو ترجیح دینا، جس چیز کی نسبت آپ سے ہو چکی اس سے محبت اور اس کا ادب کرنا، بکثرت آپ پر درود بھیجنا، آپ سے ملاقات اور دیدار کا شوق ہونا، جس سے آپ نے

(1) صحیح البخاری، الرقم (2731)، 3/193۔

محبت کی اس سے محبت کرنا، اور جو آپ کا دشمن ہو اس سے دشمنی رکھنا۔ اس کے علاوہ دین کو دنیا پر ترجیح دینا، ایثار کرنا، سخاوت، عاجزی وغیرہ کہ جو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَخلاق کریمہ تھے، ان کی اتباع کرنا۔

گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سزا

قرآن: إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا۔ (1)

(ترجمہ:) "بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے کئے ذلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

حدیث: ابو رافع یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں گستاخی کرتا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود صحابہ کرام کو اسے قتل کرنے کے لئے بھیجا۔ صحیح بخاری میں ہے:

وَكَانَ أَبُو رَافِعٍ يُؤْذِي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُعِينُ عَلَيْهِ۔ (2)

(ترجمہ:) "ابو رافع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دیتا تھا اور اس پر لوگوں کی مدد بھی کرتا تھا"۔

سنن ابی داؤد میں ہے:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ يَهُودِيَّةً كَانَتْ تَشْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقَعُ فِيهِ، فَخَنَقَهَا رَجُلٌ حَتَّى مَاتَتْ، فَأَبْطَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَمَهَا۔ (3)

(ترجمہ:) "سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودیہ عورت

(1) الاحزاب، 57۔

(2) صحیح البخاری، الرقم (4039)، 5/91۔

(3) سنن ابی داود، الرقم (4362)، 4/129۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیا کرتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نازیبا الفاظ بولتی تھی۔ تو ایک آدمی نے اس کا گلا گھونٹ دیا حتیٰ کہ وہ مرگئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون ضائع قرار دیا"۔

اجماع

علامہ سبکی قاضی عیاض مالکی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أجمعت الأمة علی قتل متنقصه من المسلمین وسابه۔ [1]

(ترجمہ:) "مسلمانوں میں سے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی یا بے ادبی کی اس کے قتل پر امت کا اجماع ہے"۔

گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی تلخیص

(1) اگر مسلمان نے گستاخی کی اور توبہ نہ کی تو بالاجماع قتل کیا جائے گا۔

(2) اگر مسلمان گستاخ نے توبہ کرلی تو امام مالک اور امام احمد کے نزدیک اس کی توبہ قبول نہیں ہے، اسے بہر صورت قتل کیا جائے۔ جبکہ امام شافعی کے نزدیک اس کی توبہ قبول ہے۔ اور فقہ حنفی کے مفتیٰ بہ قول کے مطابق اسے بہر صورت قتل کیا جائے گا۔

(3) اگر کافر نے گستاخی کی اور اسلام قبول کرلیا تو امام شافعی، امام مالک کے نزدیک اس کا اسلام قبول ہے اور قتل نہیں کیا جائے گا۔ جبکہ امام احمد کے نزدیک تب بھی قتل کیا جائے گا۔ احناف کے نزدیک یہ ہے کہ اگر اس سے اتفاقی اور پہلی دفعہ گستاخی ہوئی تو سزا دی جائے گی۔ اور اگر عادی ہے، بار بار کرتا ہے، اعلانیہ کرتا ہے تو تعزیراً بہر صورت قتل کیا جائے گا اسلام لے آئے یا نہ لائے۔

(4) کافر نے گستاخی کی اور اسلام نہیں لایا اگرچہ معافی مانگے تب بھی واجب القتل ہے۔

---

(1) السیف المسلول للسبکی، ص119۔

(5) پروپیگنڈا کر کے توہین کرنے والے، اِعلانیہ توہین کرنے والے اور اس کے عادی گستاخوں کو بالاتفاق قتل کیا جائے گا۔

(6) گستاخی کے مذکورہ اَحکام میں مرد وعورت دونوں برابر ہیں۔یعنی عورت کو بھی قتل کیا جائے گا۔

(7) پاکستان کے آئین کے مطابق گستاخ رسول کو قتل کیا جائے گا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، مسلم ہو یا غیر مسلم۔[1]

(1) یہ تقریباً 20 صفحات کا خلاصہ ہے جبکہ اس کی تفصیل "دار العلوم حنفیہ غوثیہ "طارق روڈ کراچی کے مجلہ "فکرِ غوثیہ "میں شائع ہو چکی ہے)